بسم اللہ الرحمن الرحیم
ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا
”اور جسے حکمت (فہم دین) عطا ہوئی تو بے شک اسے بڑی ہی خیر عطا ہوئی“
جواہر الرشید
یعنی
ہزاروں زریں ملفوظات میں سے منتخب
صد سید لقمان
علماء و مفتیان کرام، اساتذہ و مشائخ عظام، طلبہ و صلحاء اہل تبلیغ کی خدمت میں
گلِ صد برگ
۱۰
فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
ناشر
الرشید

نام کتاب ← جواہر الرشید "جلد عاشر"

ملفوظات ← فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

تاریخ طبع ← جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

مطبع ← حسان پرنٹنگ پریس۔ فون: ۶۶۴۱۰۱۹

ناشر ← کتاب گھر

ملنے کا پتہ

کتاب گھر الساوات سینٹر بالمقابل دارالافتاء والارشاد

ناظم آباد۔ کراچی

فون نمبر..... ۶۶۸۳۳۰۱ فیکس نمبر..... ۶۶۲۳۸۱۴ - ۰۲۱

فاروق اعظم کمپوزرز

فہرست مضامین جواہر الرشید "جلد عاشر"

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۹۳	⑧١ محسن کی نافرمانی؟
۹۳	⑧٢ واعظ سے مسئلہ نہ پوچھیں
۹۵	⑧٣ شیطان کی مخالفت ایمان کی شرط
۹۶	⑧۴ گھروں میں اذکار و نوافل کا اہتمام کریں
۹۶	⑧۵ اولیاء اللہ کی زیارت کا اثر
۹۷	⑧۶ سورۃ العصر میں کامیابی کا نسخہ
۹۷	⑧۷ اللہ کے قرب کو سوچنا نسخہ سکون
۹۸	⑧۸ گھر کی خواتین کی تربیت و نگرانی
۹۹	⑧۹ زادِ راہ
۹۹	⑨٠ قربانی کا جانور خریدتے وقت احتیاط
١٠٠	⑨١ ہندوؤں اور سکھوں سے سبق
١٠١	⑨٢ لیلیٰ کے عاشق کا حال
١٠١	⑨٣ خود کو مالک کے سپرد کردیں
١٠٣	⑨۴ مال و عزت کی حقیقت
١٠٣	⑨۵ کم بولنا عقل کی علامت
١٠۵	⑨۶ مزین برقع نہ پہنیں
١٠۵	⑨۷ تعمیل حکم
١٠۶	⑨۸ کید ابلیس
١٠۶	⑨۹ سوتے شخص کو بیدار کرنے کا نسخہ
١٠۷	١٠٠ نصیحت کی ضرورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواہر الرشید

—— : جلد عاشر : ——

① قیام پاکستان کے فوائد:

پاکستان بننے کے بارے میں علماء میں اختلاف تھا کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہے یا نقصان؟ پاکستان بنانے والے غالب آ گئے تو مخالفت کرنے والوں نے بھی مخالفت چھوڑ کر اس کی حفاظت اور استحکام کو اپنا فرض سمجھا مگر بعض ناعاقبت اندیش اب تک پاکستان کے وجود کو برداشت نہیں کر رہے، چنانچہ ایسے ایک نالائق نے کہا کہ پاکستان پھر ویسا ہی ہندوستان بن جائے تو اچھا ہے۔ اس نالائق کی حماقت کو چند مثالوں سے سمجھیں:

پہلی مثال:

بہو لانے کے بارے میں میاں بیوی کا اختلاف ہو گیا شوہر اپنی بھتیجی لانا چاہتا ہے اور بیوی اپنی بھانجی بالآخر بیوی غالب آ گئی اپنی بھانجی لے آئی تو شوہر بہت سخت مخالفت کرنے کے بعد جب ایک لڑکی کو بہو بنا کر اپنے گھر لے آیا تو پھر بھی اس کی مخالفت ہی کرتا رہے گا؟ ہرگز نہیں اب تو وہ اسے اپنی بیٹی سمجھے گا اور اس کی عزت کو اپنی عزت

سمجھے گا۔

دوسری مثال:

میاں بیوی یہ چاہ رہے تھے کہ بچہ پیدا نہ ہو مگر بچہ ہو گیا تو کیا وہ بچے کو مار دیں گے؟ ہرگز نہیں کوئی بدتر سے بدتر انسان بھی ایسا ظلم نہیں کر سکتا، اب تو وہ اسے خوب پیار و محبت سے پالیں گے۔

تیسری مثال:

کسی جگہ مسجد بنانے کے بارے میں اختلاف ہو گیا مسلمانوں کے دو گروہ بن گئے بالآخر وہاں مسجد بنالی گئی تو اب وہ مخالفت کرنے والے بھی اس مسجد کا احترام کریں گے، کیا کوئی ایسا بے دین ہو سکتا ہے جو مسجد بن جانے کے بعد بھی یہی کرتا رہے کہ یہ مسجد کیوں بنائی اسے توڑ دینا چاہئے۔

پاکستان بننے سے مسلمانوں کو ہر قسم کی بہت ترقی ہوئی ہے جو لوگ جھونپڑی میں رہتے تھے وہ اب بنگلوں میں رہتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی گوشت نہیں کھایا تھا وہ آج مرغی کھا رہے ہیں، جو کبھی پکوڑے اور دال کھاتے تھے آج قورما کھا رہے ہیں۔ دراصل ایسی سوچ رکھنے والے لوگ ناشکرے ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں آکر ان کے حالات بدلنے کی کچھ مثالیں مشہور ہیں، ایک شخص کو بنگلہ مل گیا جب وہ اس میں داخل ہوا تو بجلی کے بٹنوں کو غور سے دیکھنے لگا کہ یہ کیا چیز ہے اس نے ایک بٹن دبایا تو بلب جل گیا وہ سوچنے لگا کہ یہ روشنی کیسے ہو گئی، بلب کو پھونکیں مارنے لگا وہ نہیں بجھا تو چادر سے ہوا دینے لگا کہ بجھ جائے پھر ایک اور بٹن دبایا تو پنکھا چل پڑا، اس زمانے میں سردی تھی جب اسے سردی لگنے لگی تو وہ پنکھے میں ڈنڈا گھسیڑ کر اسے روکنے لگا۔ اگر آپ کو دال یاد آرہی ہے پکوڑے یاد آرہے ہیں تو چلے جاؤ دفع ہو جاؤ اس موقع پر حضرت

سخت غصہ میں تھے اس لئے آواز بھی بلند تھی) جیسے بنی اسرائیل کے لوگوں کو جب عیش و عشرت حاصل ہوئی تو کہنے لگے کہ مسور کی دال یاد آرہی ہے۔ ایسے ہی قوم سبا کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے انہیں بہت آسائشیں دیں جگہ جگہ پھلوں سے لدے ہوئے باغ، سفر میں یہ نعمت کہ راستے میں مناسب فاصلے پر بہت بہتر قسم کی بستیاں جن میں سے رات دن بہت امن وراحت سے آتے جاتے تھے، انہوں نے کہا کہ ایسے آرام دہ سفر میں تو سفر کا مزاہ نہیں آتا، بستیاں دور دور ہوں تو طویل سفر کی مشقت کا مزا آئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ناشکری کی وجہ سے اسے تباہ کر دیا:

﴿لقد کان لسبا فی مسکنھم ایۃ جنتن عن یمین و شمال کلوا من رزق ربکم واشکروالہ بلدۃ طیبۃ ورب غفور ۞ فاعرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم و بدلنھم بجنتیھم جنتین ذواتی اکل خمط واثل وشیء من سدر قلیل ۞ ذلک جزینھم بما کفروا وھل نجزی الا الکفور ۞ وجعلنا بینھم وبین القری التی برکنا فیھا قری ظاہرۃ وقدرنا فیھا السیر سیروا فیھا لیالی وایاما امنین ۞ فقالوا ربنا بعد بین اسفارنا وظلموا انفسھم فجعلنھم احادیث ومزقنھم کل ممزق ان فی ذلک لایٰت لکل صبار شکور ۞﴾ (۳۴-۱۵ تا ۱۹)

پاکستان بننے سے پہلے اگر کسی کو کچھ اختلاف تھا بھی تو اب وہ یہ سوچے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک علیحدہ خطہ عطاء فرما دیا جہاں آپ آزادی سے دین پر عمل کر سکتے ہیں تو یہ کتنی بڑی ناشکری ہے کہ دوبارہ اسے کفرستان بنانے کی بات کی جائے۔ دراصل لوگوں کو کفر سے اتنی محبت ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی ملک ختم ہو جائے اور دوبارہ مشرکوں سے کافروں سے جا ملیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ

الحدیث تھے، تقسیم سے پہلے دارالعلوم دیوبند میں حدیث کے استاذ تھے میں نے ان سے موطأ مالک پڑھی ہے۔ ان کا ایک ملفوظ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ ایک شخص آپ کے سامنے ہندوستان کی بہت تعریفیں کر رہا تھا اور پاکستان کو برا کہہ رہا تھا تو آپ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی:

﴿ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم ولامة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم﴾ (۲-۲۲۱)

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پاکستان نہ بنے تو اس خطے میں اسلامی حکومت قائم ہونے کی کوئی امید نہیں اور اگر پاکستان بن گیا تو امکان ہے کہ حکومت اسلامیہ قائم ہو جائے۔

اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک علیحدہ خطہ عطاء فرما دیا جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ دین پر عمل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ناشکری سے بچائیں اور شکر کی حقیقت دلوں میں اتار دیں یعنی مالک کی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی سے بھی بچنے کی فکر رہے۔

④ مشکل امراض کا علاج:

جب میں دارالعلوم کورنگی میں پڑھاتا تھا تو میں نے وہاں دارالاقامہ کے مختلف حصوں کے لئے ایک ایک نگراں مقرر کیا ہوا تھا کہ جو طالب علم بھی نماز میں سستی کرے اسے تنبیہ کریں اگر پھر بھی نہ مانے تو مجھے بتائیں۔ ایک طالب علم گلگت کے پٹھان تھے، بہت موٹے بہت اونچے، گلگت کے لوگ تو دیکھے ہی ہوں گے کہ کتنے موٹے تازے ہوتے ہیں نگران نے مجھے بتایا کہ وہ فجر کی نماز میں نہیں آتے ہم بہت اٹھاتے ہیں مگر وہ اٹھتے ہی نہیں بعد میں اٹھ کر پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا ان شاء اللہ تعالیٰ اٹھے گا یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کے دینی مرض کا علاج نہ ہو سکے جسمانی امراض تو بہت

سے ایسے ہیں جن کا علاج نہیں ہو سکتا اگر ہر جسمانی مرض کا علاج ہو جائے تو پھر لوگ مریں گے کیسے اور ڈاکٹر تو ایک بھی نہ مرے، جسمانی امراض تو ایسے ہیں مگر دینی مرض تو کوئی بھی ایسا نہیں جس کا علاج نہ ہو البتہ بعض امراض کا علاج ذرا مشکل سے ہوتا ہے ایسے متعسر العلاج امراض کے لئے خاص خاص اسپیشلسٹ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ان امراض کے علاج کا اسپیشلسٹ بنایا ہے، تجربے ہیں مریض بالکل ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جلدی سے کوئی دیر بھی نہیں لگتی۔ میں نے نگران سے کہا کہ کل فجر کی نماز کے بعد مجھے یاد دلائیں دیکھتے ہیں کیسے نہیں اٹھتا ضرور اٹھے گا یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ اٹھے۔ فجر کی نماز کے فوراً بعد میں چھڑی لے کر پہنچ گیا دو تین لگائیں، میں نے اپنے خیال میں بقدر ضرورت ہی آپریشن کیا تھا جو بحمد اللہ تعالیٰ بہت کامیاب رہا۔ دوسری صبح کو وہاں کے طلبہ نے بتایا کہ ساری رات نہ تو یہ خود سویا نہ دوسروں کو سونے دیا، رات کو بارہ بجے کے قریب اٹھ کر شور مچادیا اٹھو اٹھو صبح ہو گئی، ہم نے اسے پکڑ پکڑ کر بٹھایا کہ ابھی تو بارہ ہی بجے ہیں سو جاؤ، اسے لٹا دیا تو بڑی مشکل سے آدھا گھنٹا ہی گزرا تھا کہ پھر اٹھ کر شور مچانا شروع کر دیا کہ چلو چلو صبح ہو گئی رات بھر اس نے نہ صرف کمرے والوں کو بلکہ دار الاقامہ کے اس پورے حصہ میں کسی کو بھی سونے نہیں دیا پوری رات خود بھی جاگا دوسروں کو بھی جگایا (اس طرح کے اور کئی قصے وعظ "درد دل" میں دیکھیں۔ جامع)

③ موہم تعصب قول و فعل سے اجتناب:

مجاہدین کی ایک مجلس میں حضرت اقدس نے یہ نصیحت فرمائی کہ تحریر و تقریر میں نظم ونثر میں، کسی کے ساتھ معاملہ کرنے میں کہیں بھی قومیت کا نام نہ آنے پائے بلکہ اسلام اور مسلمان، اسلام اور مسلمان، ایسے کہنا چاہئے کسی بھی قول و فعل سے ذرا بھی یہ ظاہر نہ ہو کہ یہ کسی مخصوص قوم یا مخصوص علاقے کے لوگوں کی تحریک ہے یا اس کا مقصد

کسی خاص قوم یا علاقے کے لوگوں کی آزادی اور فلاح و بہبود ہے، قومی تعصب انتہائی خطرناک اور زہریلا نعرہ ہے اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں:

﴿انما المؤمنون اخوۃ﴾ (۴۹-۱۰)

قومیں اور قبائل تو محض تعارف کے لئے ہیں:

﴿یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر ۝﴾ (۴۹-۱۳)

④ عاشقان مال کے اعتراض کا جواب:

دنیائے مردار کے عشق سے طرح طرح کے مہلک امراض جنم لیتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہل صلاح علماء و مشائخ کا دنیوی لحاظ سے بلند مقام دیکھ کر ان پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اسراف ہے۔

اگر کوئی اپنی آمدن کے تحت رہتے ہوئے آسائش اور آرائش کو بھی ملحوظ رکھے تو اسے اسراف نہیں کہیں گے مثلاً اگر کوئی شخص دس روپے میٹر کا کپڑا پہنتا ہو اسے کہا جائے کہ یہ تو اسراف کر رہا ہے کپڑا تو پانچ روپے والا بھی ہوتا ہے وہ کیوں نہیں پہنتا بلکہ ٹاٹ سے یا کیلے کے پتوں سے بھی تو جسم ڈھک سکتے ہیں۔

کھانے میں کوئی شخص گیہوں کی روٹی اور اس کے ساتھ گوشت کا سالن کھاتا ہو تو کوئی اعتراض کرنے لگے کہ اتنا مہنگا کھانا کیوں کھاتا ہے یہ تو اسراف کر رہا ہے کیونکہ پیٹ تو جو کی روٹی سے اور دال ساگ سے بھی بھر سکتا ہے بلکہ صرف مٹھی بھر چنے کھا کر بھی گزارا کیا جا سکتا ہے۔

کوئی سواری کے لئے بہت بہتر قسم کی گاڑی استعمال کرتا ہے تو اس پر یہ اعتراض کریں کہ سواری کے لئے تو معمولی گاڑی بلکہ گدھا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے بلکہ سفر پیدل بھی کیا جاسکتا ہے قیمتی سواری کی کیا ضرورت یہ تو اسراف ہے۔

کوئی رہنے کے لئے بہت بہتر قسم کا مکان تعمیر کروائے تو اسے یہ کہا جائے کہ اتنا اسراف کیوں کیا رہائش کی ضرورت تو اینٹیں کھڑی کر کے اس پر ٹین وغیرہ کی چھت ڈال کر بھی پوری کی جاسکتی ہے بلکہ جھونپڑی میں بھی رہا جاسکتا ہے۔

اس طرح تو دنیا میں کوئی بھی اسراف سے نہیں بچ سکتا اور ہر شخص کے بارے میں یہ اعتراض کیا جائے گا کہ یہ اسراف کر رہا ہے تو معلوم ہوا کہ قیمتی چیزیں استعمال کرنا اسراف نہیں بلکہ اپنی آمدن اپنے وسائل کے تحت رہ کر قیمتی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں، اسراف تو اسے کہیں گے کہ اپنی آمدن سے زیادہ خرچ کرے۔

⑤ عمامہ کا شملہ:

ایک ہوتی ہے سنت شرعیہ اور دوسری ہوتی ہے سنت عادیہ، جو لوگ سنن عادیہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں وہ سنن شرعیہ بلکہ فرائض و واجبات تک کو اہمیت نہیں دیتے۔ شملہ کے بارے میں عادت مبارکہ کیا تھی، شملہ دائیں جانب ہوتا تھا یا بائیں جانب اور کتنا لمبا ہوتا تھا ان چیزوں کی اہمیت سے زیادہ سنن شرعیہ اور فرائض و واجبات کی اہمیت ہے۔ شملہ جتنا چاہیں لمبا کرلیں چاہے ملا دو پیازہ کی طرح شملہ رکھنے کے لئے ٹوکرا بھی لے لیا کریں کچھ حرج نہیں۔

⑥ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہندو مناظر:

دیانند سرتی بہت بڑا ہندو مناظر تھا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے مناظرہ کیا کرتے تھے ایک بار وہ ہندو کہنے لگا کہ کھانے میں مقابلہ کریں گے کہ کون

زیادہ کھاتا ہے۔ وہ کھانا بہت زیادہ کھاتا تھا بھینسوں کو کھانا دینے کا جو ناند ہوتا ہے اس میں بھر کر دس بارہ افراد کی خوراک کے برابر کھا جاتا تھا۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کھانے کا کیا ہے ہاتھی آپ سے بھی زیادہ کھا جاتا ہے مقابلہ کرنا ہے تو بھوکا رہنے کا کرو ایک ہفتہ تک نہ میں کچھ کھاؤں گا پیوں گا نہ تم۔ وہ ہندو اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ ایک بار کہنے لگا کہ اگر مولبی کاسم (مولوی قاسم) اللہ کا وجود مجھے ایسے دکھا دے کہ سامنے نظر آئے تو میں ان کی بات مان لوں گا۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے اس کی یہ بات بتائی تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے وہ آئے میں اسے ایسا دکھا دوں گا۔ اس ہندو نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا کہ اگر مولبی کاسم (مولوی قاسم) یہ کہہ رہا ہے تو مجھے یقین ہے کہ دکھا بھی دے گا۔

۷ دین کی سربلندی کے لئے جان قربان کریں:

ایک طالب علم نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ میرا صرف دورہ حدیث باقی تھا جب طالبان نے جہاد شروع کیا تو میں ان کے ساتھ جہاد میں مشغول ہو گیا دورہ نہیں کر سکا۔

ارشاد:

آپ کے لئے اس وقت جہاد ہی افضل ہے بلکہ امیر کے طلب کرنے پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ طالب علم نے عرض کیا کہ کیا ان حالات میں والدین کی اجازت ضروری ہے؟

ارشاد:

نہیں، بلکہ جس کا والد جہاد سے منع کرے اسے بھی کھینچ کر محاذ پر لے جائے اور کہے

کہ ہم دونوں مل کر ہزاروں دشمنانِ اسلام کو قتل کریں گے پھر اکٹھے جنت میں جائیں گے۔ مولوی وہ ہوتا ہے جو مولیٰ کو راضی کرے، کتابیں ساری پڑھ لیں مگر مولیٰ کو راضی نہیں کیا تو اس کی صورت تو مولوی ہے دل مولوی نہیں۔ اس وقت مولیٰ کی رضا جہاد میں ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان کی پروانہ کرے۔

⑧ مجاہد کی زیارت شوق جہاد کا ذریعہ:

مجاہدین کی ایک مجلس میں حضرت اقدس نے والہانہ انداز میں فرمایا کہ آپ حضرات کی زیارت سے میرے دل میں جہاد کے ولولے اٹھ رہے ہیں دیکھنے کی بات ہی اور ہے، مجاہد کے حالات سن کر جہاد کا شوق اٹھتا ہے، اگر کسی کے دل میں مجاہد کو دیکھ کر بھی جذبہ جہاد پیدا نہیں ہوتا تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کا دل سیاہ ہے وہ دو رکعت نفل پڑھ کر توبہ کرے کہ یا اللہ! گناہوں کی نحوست سے دل اتنا سیاہ ہو گیا ہے کہ مجاہد کو دیکھ کر بھی ولولہ نہیں اٹھتا، جوش تیز نہیں ہوتا، یا اللہ! مجھے معاف فرما دے، پھر اس نیت سے مجاہد کے چہرے کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے میرے اندر بھی جہاد کا جذبہ پیدا فرمائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور جوش اٹھے گا۔

روئے ہر یک بنگرو می دار پاس
بو کہ تو باشی زدیدن روشناس

دیدن دانا عبادت این بود
فتح ابواب سعادت این بود

⑨ ترکِ معصیت پر بشارت:

اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور گناہ چھوڑنے سے ہر قسم کی پریشانی و تکلیف سے نجات ملتی ہے خاص طور پر رزق تو بہت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ یہ

ہے کہ بین النوم والیقظہ (کچی کچی نیند میں) میری زبان پر کوئی آیت یا حدیث جاری کر دیتے ہیں جب بیدار ہوتا ہوں تو گویا وہ زبان پر ہوتی ہے۔ چند دن سے سورۂ نبا کے دوسرے رکوع کی ابتدائی آیات:

﴿ان للمتقین مفازا۝ حدائق واعنابا۝ وکواعب اترابا۝ وکاسا دھاقا۝﴾ (۷۸۔ ۳۱ تا ۳۴)

زبان پر آتی ہیں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس میں متقین کے لئے بشارت ہے۔ متقی کے کیا معنی ہیں خوب سمجھ لیں، متقی کے معنی ہیں اللہ کی نافرمانی اور گناہوں کو چھوڑنے والا اور جو ہر وقت عذاب سے بچنے کی فکر میں رہے:

﴿ان للمتقین مفازا۝﴾

یہ بات بلاشبہ محقق ہے شک کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ اللہ جانتے تھے کہ میں جو کہتا ہوں یہ بندہ اس پر یقین نہیں کرتا اسے اعتماد نہیں آتا سو کہیں تو قسمیں اٹھا کر فرماتے ہیں کہ یہ بات یقینی ہے، جان لو کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں ان کے لئے بڑی کامیابی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یہاں تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔ مختلف نعمتوں کا بیان و تفصیل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ انعامات یہ بشارتیں گناہ چھوڑنے پر ہیں۔ ایک اور آیت ہے:

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾ (۶۵۔ ۳)

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے، آپ نوعمری میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے، ایک جگہ دیکھا کہ کسی کے گرد بہت لوگ جمع ہیں، والد صاحب سے پوچھا کہ کیا بات ہے یہ لوگ یہاں کیوں جمع ہیں؟ والد صاحب نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی

عبداللہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آج تو لوگ کسی بزرگ کے گرد تعویذ لینے کے لئے جمع ہوتے ہیں یا دعاء کروانے کے لئے کہ کاروبار میں برکت ہو جائے مگر ان لوگوں میں عقل تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پڑھنے سننے کو جمع تھے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے بھی لے چلیں۔ والد صاحب لوگوں کو راستے سے ہٹاتے ہوئے معذرت کرتے ہوئے اس بچے (ابوحنیفہ) کو لے گئے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جاتے ہی جو حدیث ان صحابی سے سنی وہ یہ ہے:

﴿من تفقه فی دین الله کفاه الله همه ورزقه من حیث لا یحتسب﴾ (مسند ابی حنیفہ)

یعنی جس میں دین کا تفقہ پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ سے ہر پریشانی سے نجات عطاء فرما دیتے ہیں اور رزق تو بہت ملتا ہی ہے۔ گناہ چھوڑنے سے یہ برکت حاصل ہوتی ہے۔

⑩ ذکر محبوب:

جس کے دل میں جو لگی ہوتی ہے زبان پر اسی کا ذکر ہوتا ہے ؏
جہاں بھی بیٹھتے ہیں ذکر انہی کا چھیڑ دیتے ہیں

ایک بار حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ گھر میں تالا لگا کر کہیں چلے گئے جب واپس آکر گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ بہت سے بندر گھر میں گھسے ہوئے تھے۔ ہندو بندر کو ابا اور گائے کو اماں سمجھتے ہیں ان کے ہاں جیسے گائے ذبح کرنا ممنوع ہے ایسے ہی بندر کو مارنا بھی ممنوع ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ بندر ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں دیواروں پر چڑھ رہے ہیں تو انہیں خطاب کر کے فرمایا کہ ارے میاں! ارے بھائی! تھوڑی دیر

ٹھہر جاؤ ہمارے حضرت کے کچھ ملفوظات سنتے جاؤ۔ جسے جو لگی ہوتی ہے اسے ہر جگہ وہی نظر آتی ہے۔

ایک شخص آواز لگا کر سنگترے بیچ رہا تھا "اچھے سنگترے، اچھے سنگترے" ایک بزرگ کے کان میں آواز پڑی تو وہ بے ہوش ہو گئے، کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو پوچھا کیا ہو گیا تھا؟ فرمایا کہ "اچھے سنگ ترے" یہ معرفت کی بات سن کر بے خود ہو گیا۔ سنگ کے معنی ساتھ یعنی اچھے ساتھی کے ساتھ تیر گئے، جس نے اچھے ساتھیوں کا ہاتھ پکڑا اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ وہ اپنے سنگترے بیچ رہا ہے اور یہ اپنے خیال اور تصور میں مگن ہیں۔

ایک لکڑی فروش آواز لگا رہا تھا: عشرة خيار بدرهم "ایک درہم میں دس لکڑیاں" کسی اللہ والے کے کان میں آواز پڑی تو فرمایا کہ ایک درہم میں دس نیکیاں بہت سستی ہیں۔

میں رونا اپنا روتا ہوں تو وہ ہنس ہنس کے سنتے ہیں
انہیں دل کی لگی اک دل لگی معلوم ہوتی ہے

انہیں اگر ہے تو محبوب کا خیال ہے اسی کی دھن ہے کچھ خبر نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

"ہم نے سکندر و دارا کا قصہ نہیں پڑھا ہم سے مہر و وفا کے سوا کچھ مت پوچھو۔"

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

''ہم نے جو کچھ پڑھا تھا وہ سب بھلا دیا مگر یار کی بات کہ اسی کا تکرار کرتے رہتے ہیں۔''

ع

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے وہ صاف دل سے بھلا دیا

(۱۱) انگریز کی شرارت:

انگریزوں کی شرارتیں کیا کیا بتاؤں، مسلمان بادشاہوں کا لباس چپراسیوں کو پہنایا، بڑے بڑے بادشاہوں کے نام کتوں پر رکھے، یہ کام مسلمانوں سے کروائے، ایک بہت بڑی شرارت یہ کہ مُلّا کا لفظ اسلام میں بہت اونچا تھا بہت ہی اونچا، کسی زمانے میں بہت بڑے عالم کو بڑے علامہ کو مُلّا کہتے تھے، انگریزوں نے مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے مُلّا کے لفظ کا مذاق اڑانا شروع کیا اور وہ مسلمان جو انگریزوں کے پٹھے، انڈے بچے ہیں انہوں نے بھی انگریز کا ساتھ دیا جسے دیکھا کہ ذرا سی ڈاڑھی تھوڑی سی نظر آنی شروع ہوئی تو مُلّا ارے مُلّا کہہ کر مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ مولوی لوگ بھی اس سے متاثر ہو گئے انہوں نے سوچا کہ مُلّا کا تو یہ انگریز کے بچے مذاق اڑاتے ہیں کوئی اور لفظ لانا چاہئے تلاش کرو پھر تلاش کیا ''مولوی'' کچھ وقت مولوی صاحب مولوی صاحب ہوتا رہا، انہوں نے اس کا بھی مذاق اڑانا شروع کر دیا پھر یہ مولوی لوگ تلاش کرنے لگے کہ اب کیا بنیں پھر انہوں نے کہا کہ یار مولوی تو ہو گیا بدنام اب ہمیں کہلانا چاہئے ''مولانا'' پھر بن گئے مولانا۔ آج کل کسی کو مولوی کہیں تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ تک مولانا بنے رہے مگر یہ انگریز کے بچے کہاں باز آتے ہیں پھر مولانا کو بھی بدنام کرنا شروع کر دیا اور سمجھنے لگے کہ ہمارا جادو چل جاتا ہے جو ہم کہتے ہیں یہ اس سے ڈر کر بدنامی کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں، یہ مولوی انگریز سے متاثر ہو جاتا ہے پھر انہوں نے مولانا کو بھی چھوڑا اور کہنے لگے ''علامہ'' پھر اے

بھی چھوڑا اس لئے کہ وہ لفظ بھی بدنام ہو گیا پھر آج کل کیا "حضرت مولانا فلاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ" کچھ وقت تو صرف "دامت برکاتہم" چلا، پانچ چھ سال پہلے پنجاب جانا ہوا تو جہاں کہیں میرا بیان ہوتا تھا وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ فلاں دامت برکاتہم العالیہ بیان فرمائیں گے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اب "عالیہ" بھی لگ گیا۔

تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے میں نے علماء کی مجلس میں ایک بار یہ کہا کہ دیکھو مولویو! تم مُلّا تھے انگریز نے اسے بدنام کیا مولوی بنے، انگریز نے اسے بدنام کیا مولانا بنے، اسے بدنام کیا علامہ بنے، اسے بدنام کیا حضرت بنے اب اور کہاں تک جاؤ گے آخر کہاں جاؤ گے؟ اگر انگریز کے پٹھوں انڈوں بچوں سے گھبراتے رہے اور اپنے القاب بدلتے رہے تو کہاں پہنچو گے اس لئے سیدھی بات یہ ہے کہ پھر نئے سرے سے "مُلّا" کہلانا شروع کرو، ایک دوسرے کو مُلّا کہا کرو۔ یہ آج سے تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے میرے اللہ نے میری بات سن لی افغانستان میں جب جہاد شروع ہوا تو ادھر سے تو سارے ہی مُلّا، مُلّا فلاں مُلّا فلاں، ارے واہ افغانستان کے مُلّا واہ! واہ مُلّا شاباش! مُلّا کا لفظ جب سنتا ہوں تو میرا خون سیروں بڑھ جاتا ہے سیروں، واہ مُلّا۔ مُلّا کے لفظ سے امریکا پر لرزہ طاری ہے، پوری دنیا کے کافروں پر مُلّا کے لفظ سے لرزہ طاری ہے، ارے یہ تو وہی مُلّا ہے جسے ہم نے تقریباً سو سال پہلے مولوی اور پھر مولانا پھر علامہ اور پھر حضرت بنا دیا تھا اور پوری دنیا میں اسے ذلیل کر دیا تھا، اب یہی مُلّا ان کی گردنیں اڑا کر چھوڑے گا ان شاء اللہ تعالیٰ: وما ذلک علی اللہ بعزیز

⑭ وعظ کے بارے میں لوگوں کے مشورے:

وعظ سے پہلے دعاء ہو جاتی ہے کہ یا اللہ! جو بات نافع ہو وہ کہلا دے، اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کہنا تو کچھ چاہتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رخ پھیر دیتے ہیں دوسری جانب۔ اس ہفتہ میں دو شخصوں نے ٹیلیفون پر مجھے مشورہ دیا ایک نے کہا کہ لوگ

سگریٹ بھی پیتے ہیں تو آپ سگریٹ کے نقصان کے بارے میں بیان فرمائیں۔ دوسرے نے کہا کہ اس جمعہ میں دو چار ڈاڑھی منڈوں کو مجلس وعظ میں لاؤں گا تو آپ ڈاڑھی پر بیان فرمادیں۔ میں ان لوگوں کو جواب دیا کرتا ہوں کہ اللہ کے بندے تیرے سامنے تو ایک بات ہے میرے سامنے پوری دنیا کا درد ہے۔ کسی نے دیکھ لیا کسی کو سگریٹ پیتے ہوئے تو وہ چاہتا ہے کہ میرا بیان سگریٹ پر ہی ہونا چاہئے، کسی نے دو چار ڈاڑھی منڈوں کو دیکھ لیا تو اسے یہی فکر کہ اللہ کرے یہ آلو مرو بن جائیں اس لئے ڈاڑھی پر بیان ہونا چاہئے۔

⑬ زینہ چڑھتے وقت دائیں پاؤں سے ابتداء:

دارالافتاء سے حضرت اقدس کے مکان کی طرف جانے والے زینے کے درمیان دو چوکیاں ہیں آپ جب اوپر تشریف لے جاتے ہیں تو پہلی چوکی پر سے تو حسب معمول گزر جاتے ہیں مگر جب دوسری چوکی پر پہنچتے ہیں تو اگلے پاؤں کو روک لیتے ہیں پھر وہاں سے اوپر کی چڑھائی پچھلے پاؤں سے شروع کرتے ہیں۔ ایک بار آپ نے ایک خادم سے اس کی وجہ دریافت فرمائی وہ بتانہ سکے تو آپ نے بتایا کہ میں زینے پر چڑھنے کی ابتداء دائیں پاؤں سے کرتا ہوں پہلی چوکی سے گزر کر دوسری تک ترتیب صحیح رہتی ہے دوسری چوکی کے بعد ٹپے پر بایاں پاؤں رکھنے کی باری آجاتی ہے تو اس سے بچنے کے لئے وہاں سے پھر دائیں پاؤں سے ابتداء کرتا ہوں، اترتے وقت پہلے بایاں پاؤں اتارتا ہوں اس لئے چوکی پر پاؤں کی ترتیب بدلنے کا معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔

⑭ کاہن سے غیب کی خبریں پوچھنا:

حدیث میں ہے:

﴿من اتی عرافا او کاهنا وصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل

علی محمد ﴾ (سنن کبریٰ للبیہقی)

حاصل یہ ہے کہ جو شخص غیب کی خبریں بتانے والے کے پاس گیا یا نہیں بھی گیا کسی سے خبر سنی اور اس کی تصدیق کی تو وہ بھی اسی میں شامل ہے کہ اس نے شرک کیا اور وہ بھی اس میں داخل ہیں جنہوں نے کوئی بات نہیں بھی سنی مگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ جو غیب کی باتیں لوگ بتاتے ہیں یہ صحیح ہے۔

⑮ ارتداد عن الدین:

دین سے ارتداد کفر سے لے کر ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سب کو شامل ہے۔ ہر قسم کے گناہوں سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کامل درجے میں موجود ہو فرمایا:

﴿یا یھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبھم ویحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکفرین یجاهدون فی سبیل اللّٰه ولا یخافون لومة لائم ذلک فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء واللّٰه واسع علیم ○﴾ (۵-۵۴)

یہاں اپنے ان بندوں کا مقام محبوبیت ظاہر کرنے کے لئے ان سے اپنی محبت کا پہلے ذکر فرمایا "اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں" محبت کا معیار کیا ہے کون سی محبت اللہ کے ہاں قبول ہے کہ جو اس کی نافرمانیاں چھڑوا دے پھر اپنے محبوب بندوں کی حالت بیان فرمائی: اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکفرین مؤمنین کاملین پر مہربان اور کافرین فاسقین پر سخت، آگے پھر اس کی تشریح فرمائی کہ وہ: یجاهدون فی سبیل اللّٰه وہ دنیا سے شر کے خاتمے کے لئے جہاد کرتے ہیں، مختلف قسم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لئے جو طریقہ بھی ضروری ہو اسی کو اختیار کرتے ہیں

اور پھر لوگوں کو برائیوں سے روکنے کے بارے میں ان کا حال یہ ہے: لا یخافون لومۃ لائم۔

وہ لوگوں کو برائیوں سے روکنے میں کسی کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے ان کے دلوں میں بس ایک ہی لگن ہوتی ہے کہ اللہ کی زمین سے فتنہ وفساد ختم کر کے امن قائم کیا جائے اور امن صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

(۱۶) طریق قلندری:

طریق عشق کامیابی کا مختصر راستہ ہے ۔

شمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

شیخ سے درخواست کر رہے ہیں کہ محبوب! مجھے قلندر کا راستہ دکھایئے اگر میرے مناسب ہو، تفویض بھی کر دی کہ اگر شیخ مناسب سمجھیں تو یہ راستہ دکھا دیں کیونکہ پارسائی کا راستہ بہت طویل ہوتا ہے بہت طویل اور عشق کا راستہ بہت مختصر، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جیسے کوئی بنجر زمین ہو تو اسے آباد کرنے قابل کاشت بنانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ پہلے وہاں سے درخت وغیرہ اکھاڑ کر زمین کو صاف کر دیا جائے، اس میں تین محنتیں ہیں پہلی تو تنوں کو کاٹنے کی محنت، دوسری جڑوں کو اکھاڑنے کی، تیسری گڑھوں کو بھرنے کی محنت۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ماچس جلا کر یہ دیکھا جائے کہ ہوا کا رخ کس طرف سے ہے اس صرف سے آگ لگا دی جائے۔ بس ماچس کی ایک سلائی کافی ہے۔ اس پر کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ بڑے درختوں کی جڑیں تو زمین میں بہت گہری ہوتی ہیں وہ تو اس طریقے سے جل نہیں سکتیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ فوری طور پر کاشت تو کر سکتے ہیں زمین پیداوار تو دینا شروع کر دے گی۔

⑰ طبیب کو مرض کی جگہ دکھانا:

طبیب کو مرض کی جگہ دکھانے کے بارے میں تین باتیں سمجھ لیں:

❶ مریض صاحب حاجت ہے وہ پریشان ہوتا ہے بات بہت لمبی کرتا ہے وہ چاہتا ہے خوب تفصیل سے بات کروں اور اس میں وہ بہت سی غیر ضروری باتیں بھی کر جاتا ہے، مریض کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز بھی بتاؤں یہ بھی یہ بھی اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ مرض کی جگہ طبیب کو دکھائے طبیب خوب اچھی طرح اس کا معائنہ کرے۔

❷ طبیب یہ سوچتا ہے کہ یہ پریشان ہے اگر میں نے اسے دیکھے بغیر یونہی دواء دے دی تو اسے اطمینان نہیں ہوگا اس لئے ضرورت نہ ہونے کے باوجود وہ محض مریض کی تسلی کے لئے مرض کی جگہ کا معائنہ کرتا ہے۔

❸ واقعۃً مقام مرض کے دیکھنے کی ضرورت ہو، اس کا معیار یہ ہے کہ طبیب اگر خود کہے کہ مقام مرض دیکھنا ضروری ہے اور اس کے کہنے سے یہ محسوس ہو کہ دیکھنے کی ضرورت ہے پھر تو جائز ہے مگر پہلی دو صورتوں میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لیں کہ عورتوں کا طبیب کے پاس جانا ضرورت میں داخل نہیں حال بتا کر دوا منگوا سکتی ہیں لیکن اس زمانے میں علاج کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہ جائز ناجائز کچھ نہیں سوچتے بس لگے رہتے ہیں۔

⑱ بوقت بیعت وعدہ جہاد:

چند روز ہوئے کسی نے دفتر میں ایک پرچہ لکھ کر دیا ہے جس میں ایک مشورہ تحریر کیا ہے وہ یہ کہ آپ جب کسی کو بیعت کرتے ہیں تو اس میں وعدے لیتے ہیں کہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ اداء کروں گا، ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑوں گا تو اس کے ساتھ

ساتھ آپ جہاد پر بھی وعدہ لیا کریں کہ جہاد کروں گا۔ جنہوں نے یہ لکھا ہے ان کے اس جذبہ سے بہت خوشی ہوئی بہت خوشی اور دل سے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو جہاد کے جذبات عطاء فرمائیں۔

ایک تو یہ بتانا تھا کہ اس سے مسرت ہوئی دوسری خبر یہ دینی ہے کہ ان کے مشورے سے کئی ماہ پہلے ہی بیعت کے معمول میں یہ وعدہ داخل کر لیا گیا ہے ان مشیر صاحب نے بعد میں کسی کو بیعت کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، ایک مدت سے یہ معمول ہے کہ بیعت کے وقت جیسے اور وعدے لئے جاتے ہیں ان میں ایک جملہ یہ بھی کہلوایا جاتا ہے اور وعدہ لیا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال یا جان قربان کرنے کا کوئی موقع پیش آئے گا تو بخوشی قربان کروں گا، جان یا مال ایسے بیٹھے بیٹھے تو قربان نہیں کریں گے جہاد کریں گے تو ہی مال یا جان کی قربانی ہوگی۔

(۱۹) حب جاہ کے ایک مریض کا قصہ:

ایک شخص نے کہا کہ کتا حلال ہے جو اسے حرام ثابت کر دے میں اسے بیس ہزار روپے انعام دوں گا۔ لوگ جب کسی مولوی کو بات کرنے کے لئے اس کے پاس لے کر جائیں تو وہ کہے کہ یہ مولوی کیا ہے کوئی بڑا عالم لاؤ مناظرہ کرنے کے لئے۔ لوگ ہر پاگل سے پاگل کے پیچھے لگ جاتے ہیں جتنا بڑا پاگل ہوگا لوگ اس کے پیچھے زیادہ لگتے ہیں اور اگر آج کل کوئی کہے نا تو آج کل تو لوگ اس کے پیچھے بہت لگیں بہت لگیں اس لئے کہ اس زمانے میں جو امریکا اور لندن وندن جاتے ہیں ان میں سے بہت سے یہی کہتے ہیں کہ ہر چیز حلال ہے، ذبح کرنا ضروری نہیں ویسے ہی سب کچھ حلال ہے آج کل کے جو لندنی مسلمان ہیں نا امریکی لندنی وغیرہ ان کے حالات یہ ہو رہے ہیں اب اگر کوئی کہہ دے کہ کتا حلال ہے یہ سب کہیں گے کہ ہاں ہاں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے مگر وہ زمانہ خیر تھا، جب بہت زیادہ فتنہ ہو گیا بہت زیادہ فتنہ تو علماء نے بھی سوچا کہ چلئے

دیکھیں کیا بکتا ہے۔ ایک اسٹیج لگ گیا ادھر اور دوسرا اسٹیج ادھر جیسے کوئی بہت زبردست مناظرہ ہو۔ جب لوگ بہت جمع ہو گئے تو وہ اٹھ کر کہتا ہے کہ بھائیو! ایک بات پہلے سن لو۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کتا حرام ہی ہے میں بھی یہی سمجھتا ہوں مگر جب میں پڑھ کر فارغ ہوا تو مجھے کوئی جانتا ہی نہیں تھا اور دوسرے کئی علماء کو میں دیکھتا کہ مولانا فلاں مد ظلہم، حضرت مولانا فلاں دامت برکاتہم، حضرت مولانا زندہ باد زندہ باد، اتنے اتنے لوگ ان کے ساتھ ایسے بڑے بڑے نعرے لگ رہے ہیں اور مجھے کوئی جانتا پہچانتا بھی نہیں تھا میں نے سوچا کہ لوگ مجھے کیسے جانیں تو یہ تدبیر شیطان نے دل میں ڈالی کہ ایسا کوئی کام کرو، اب بحمد اللہ تعالیٰ ایسی شہرت ہو گئی کہ جدھر سے بھی گزرتا ہوں سارے لوگ چھوٹے بڑے، مرد عورتیں، بوڑھے بچے سب جانتے ہیں کہ یہ مولوی کہتا ہے کہ کتا حلال ہے، دنیا میں نام ہو گیا میرا مقصد پورا ہو گیا ورنہ کتا تو حرام ہی ہے، مناظرہ ختم۔ یہ ہیں دنیا کے عاشقوں کے حالات اللہ تعالیٰ حب مال اور حب جاہ سے سب کی حفاظت فرمائیں۔

(۳۰) افغانستان کے حکمرانوں کی سادگی:

جب حضرت اقدس افغانستان تشریف لے گئے تو ہرات میں ایک مجلس میں والیٔ ہرات ملا یار محمد صاحب کی سادگی کا ایک عجیب منظر دیکھا انہوں نے گریبان کے بٹن اس طرح لگائے ہوئے تھے کہ نیچے کا بٹن اوپر کے کاج میں لگا ہوا تھا۔ حضرت اقدس کو ان کی سادگی پر کچھ ایسا پیار آیا کہ اب تک کبھی کبھی ان کی مشابہت اختیار کرنے کے لئے ایسے ہی اوپر کے کاج میں نیچے کا بٹن لگا لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مناصب و عہدوں کے پندار سے یکسر خالی اور شاہانہ کروفر سے بے نیاز ان مخلص حکمرانوں اور مجاہدین کی نقل اتارنا بھی ثواب ہے۔

ان کی امیدیں قلیل ان کے مقاصد جلیل

اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز

طالبان حکومت کے کسی بھی حکمران کو دیکھ لیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درویش سے ملاقات ہو رہی ہے کوئی بڑے سے بڑا آدمی ملاقات کے لئے آجائے تو وہ اسی ہیئت اور لباس میں ملاقات کرتے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہتے ہیں، تصنع اور بناوٹ نام کی کوئی چیز ان کے قریب بھی نہیں پھٹکی، وہ ساری دنیا سے بے نیاز اسلام کی سربلندی، احیاء جہاد، نفاذ اسلام اور امن قائم کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں ۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

۲۱ قبر میں عہد نامہ رکھنا:

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگ قبر میں عہد نامہ کیوں رکھتے ہیں، عہد نامہ رکھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ یا اللہ! اس نے جو تیرے ساتھ عہد کیا تھا ساری عمر اس عہد کو توڑتا رہا، یا اللہ! تو نے تو فرمایا ہے:

﴿اوفوا بعهدی اوف بعهدکم﴾ (۲-۴۰)

تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا، یہ نالائق ساری عمر تیرے عہد کو توڑتا رہا، قبر میں عہد نامہ رکھ دیتے ہیں تاکہ فرشتوں کو آسانی ہو، اسے عہد نامہ دکھا دکھا کر کہیں کہ دیکھ تو نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اس کے بعد پھر لگائیں چپت، اس کے بعد کہیں تو نے ساری عمر عہد توڑا پھر لگائیں چپت، فرشتوں کو پٹائی کرنے میں اور زیادہ حجت مل جائے اس لئے لوگ قبر میں عہد نامہ ساتھ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عہد نامہ تو قرآن مجید ہے اور وہ عہد نامہ اس معنی سے ہے کہ تم اس کے مطابق عمل کرو تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے عہد کو پورا کریں گے یعنی دنیا میں بھی آخرت میں بھی ہر قسم کی فلاح و

بہبود عطاء فرمائیں گے۔

(۲۲) دینی مجلس میں ناغہ کا علاج:

ایک دن عصر کے بعد کی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ آج کی تلاوت قرآن کا کام باقی ہے اس لئے آج کی یہ مجلس ملتوی کرتے ہیں، تلاوت سب سے زیادہ مقدم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اقرأ القرآن علی کل حال الا وانت جنب﴾ (کنز العمال)

کسی حالت میں بھی تلاوت قرآن کا کام نہیں چھوٹنا چاہئے۔ باقی ایسے موقع پر کہ جب کہیں آپ نے کسی دینی اجتماع میں شامل ہونے کا ارادہ کرلیا یا ہمیشہ سے معمول ہے اور کسی عذر سے کبھی ناغہ ہوگیا تو اس ناغہ کا علاج کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ بندہ ذرا سا متوجہ ہوجائے تو اس کا ناغہ نہیں لکھا جاتا، غیر حاضری نہیں لکھی جاتی، اس کا جسم غیر حاضر ضرور رہا مگر اس کے باوجود وہاں حاضری لگ جاتی ہے۔ یہ سوچ لیا جائے کہ کسی بھی دینی اجتماع میں بیٹھنے سے مقصد کیا ہوتا ہے؟ اس کے دو مقصد ہوتے ہیں، ایک تو ثواب، دینی باتوں کا سننا دینی مجلس میں بیٹھنا ثواب ہے اور اس سے بھی بڑا مقصد ہوتا ہے فکر آخرت پیدا ہونا۔ ثواب کے کام تو آپ اپنے طور پر الگ سے بھی کر سکتے ہیں کہیں جا کر دینی باتیں سننا اس سے بڑا مقصد ہوا کرتا ہے کہ فکر آخرت پیدا ہو، قلب کی اصلاح ہو، دنیا کا مسافر خانہ ہونا معلوم ہوجائے، استحضار ہوجائے کہ یہاں سے ایک روز گزر جانا ہے، شوق وطن ہو۔ کسی عذر سے جب ایسا اجتماع نہیں ہوسکا ملتوی کردیا گیا تو بھی دونوں مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں، ثواب تو اس طرح مل گیا کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے کہ کوئی شخص کسی نیک کام کا معمول بنالیتا ہے پھر کسی عذر کی بناء پر کر نہیں سکتا تو اسے ثواب مل جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اجتماع میں حاضری کا جو بڑا مقصد ہوتا ہے کہ فکر آخرت پیدا

ہو تو وہ آپ کے اختیار میں ہے جس روز ناغہ ہو جائے تو بیٹھ کر ذرا سوچ لیا کریں کہ ہم کس مقصد کے لئے جایا کرتے تھے بس یہ سوچنے سے دل میں حرکت پیدا ہو گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہی کام ہو جائے گا۔ جو بھی بیان کیا جاتا ہے اس سے مقصود تو یہی ہوتا ہے کہ دل میں حرکت پیدا ہو، اس کے عنوان مختلف ہوتے ہیں، تعبیریں مختلف ہوتی ہیں مقصد ایک ہی ہوتا ہے کہ دل میں فکر پیدا ہو جائے۔ اگر کوئی عمر بھر سنتا رہے مگر غور و فکر نہیں کرتا توجہ نہیں کرتا کہ کیوں سن رہے ہیں کیا مقصد ہے تو اسے سننے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جس روز سننے کا موقع نہیں ملا ناغہ ہو گیا تو اس کی خانہ پری یوں کریں کہ بس یہ سوچ لیا کریں کہ مقصد کیا ہے اس فکر کو اپنے طور پر تازہ کر لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطاء فرمائیں فکر آخرت عطاء فرمائیں۔

۲۳ بے دینوں کی حجت بازی کا جواب:

کئی بے دین لوگ دین کا کوئی مسئلہ سن کر کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو یہ بات پہلے کبھی سنی ہی نہیں ایسے لوگوں کو یہ شعر سنا دیا کریں ؎

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

ارے احمق اتم نے علماء کو دیکھا ہوتا، کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھے ہوتے دین سیکھا ہوتا تو کہتے بھی کہ یہ مسئلہ آج تک ہم نے نہیں سنا۔ آپ نے دین سیکھا ہی کہاں ہے، زندگی تو گزار دی کالجوں اور دفتروں کے چکر میں اور دعویٰ یہ ہے کہ یہ مسئلہ کہیں سنا ہی نہیں۔ اس شعر میں "انہوں نے" کی جگہ ہونا چاہئے "تم نے" لیکن اس سے مصراع بنتا نہیں ویسے معنوی وزن زیادہ ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا: "جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔" تو وہ جواب میں کہتا ہے: "تیلی رے تیلی تیرے سر پر کولہو۔" اس نے کہا کہ کولہو کا وزن تیلی سے نہیں ملا۔ وہ کہتا ہے کہ لفظی وزن ملے یا نہ ملے

ویسے کو لہو کا وزن زیادہ ہے دب کر مر جائے گا۔ "تم نے" کہنے سے وزن تو بنتا نہیں لیکن وہ بات جو "تم نے" کہنے سے چبھے گی وہ "انہوں نے" کہنے سے تھوڑا ہی چبھے گی، وزن بنے نہ بنے اس کے دل پر وزن آنا چاہئے۔

تم نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

یہ سب دین سے بے اعتنائی کی وجہ ہے، اللہ تعالیٰ دین کا اہتمام عطاء فرمائیں فکر آخرت عطاء فرمائیں۔

(۲۴) نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا:

بدعات اکثر ایسی ہی ہیں کہ ان کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگ یہ کیوں کرتے ہیں مثال کے طور پر کئی بار دیکھا ہے کہ اقامت ہو رہی ہوتی ہے جہاں آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک تو بعض لوگ انگوٹھے چومنے لگتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ انگوٹھوں پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا نظر نہیں آتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر محبت ہے، اصل محبت تو اطاعت ہے مگر چلئے اس طرح بھی اظہار محبت صحیح ہے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو اسے چوما جائے، سر پر رکھا جائے، دل سے لگایا جائے، بار بار چوما جائے یہ بھی صحیح ہے یہ محبت کا تقاضا ہے جہاں کسی کاغذ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا ہو اسے خوب چومئے محبت کا مزا لیجئے لیکن یہ جو انگوٹھے چومتے ہیں تو انگوٹھوں پر کہاں لکھا ہوا ہے؟ جس زبان سے نکلے اسے چومئے یا جس کان میں پڑے اسے چومئے۔ میں مؤذن صاحب سے کہتا ہوں کہ آپ کے منہ سے اذان اور اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نکلا اب اگر کسی کو تقاضا ہو کوئی محبت والا ہو وہ آپ کی زبان کو چومنا چاہے تو زبان چومنے میں آپ کو انقباض ہو گا تو ہونٹ چومنے دیا کریں، زبان

سے نکلا ہونٹوں سے نکلا اسے اجازت دے دیا کریں اگر اس میں بھی کوئی دقت ہو تو اسے یہ کہہ دیا کریں کہ آپ کے ہونٹوں سے اپنا ہاتھ لگا کر چوم لیا کرے، غیر کا ہاتھ ہونٹوں سے لگے اس میں بھی اگر کچھ انقباض ہو تو اپنا ہی ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا کر یا زبان سے لگا کر اسے پکڑا دیا کرو کہ اس ہاتھ کو چوم لو۔ جہاں دیکھو کہ اذان یا اقامت میں کوئی انگوٹھے چوم رہا ہے تو جلدی سے جا کر زبان نکال کر کہہ دو کہ بھائی یہ چیز ہے چومنے کی اس لئے کہ وہ تو ہماری زبان سے نکلا ہے انگوٹھے سے کیا نکلا اس سے تو کچھ بھی نہیں نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نکلا کہنے والے کی زبان سے ہونٹوں سے اور جا کر پڑا سننے والے کے کان میں تو یا پھر اس سے کہا جائے کہ اپنے کان کو چومو کیونکہ اس میں پڑا، اپنے کان کو ایسے چومے کہ اپنا ہاتھ لگا کر اسے چوم لے یا ساتھ جو دوسرا نمازی کھڑا ہے مقتدی اس کے کان کو چومنا شروع کر دے سب ایک دوسرے کے کانوں کو چومنا شروع کر دیں تو یہ بات تو معقول ہے کہ جہاں محبوب کا نام لکھا ہوا ہو اس جگہ کو چومے جس زبان سے نکلا اسے چومے جس کان میں پڑا اسے چومے، انگوٹھوں پر نہ تو لکھا ہوا ہے نہ انگوٹھوں سے نکلتا ہے نہ انگوٹھوں میں داخل ہوتا ہے کتنی حماقت کی بات ہے کہ پھر بھی انگوٹھے چوم رہے ہیں، درحقیقت بدعتی بہت بے وقوف ہوتا ہے۔

۲۵ دل میں نور پیدا ہونے کی علامت:

اللہ تعالیٰ بعض قلوب میں نور ودیعت فرماتے ہیں:

﴿او من کان میتا فاحیینہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس﴾ (۶-۱۲۲)

"بہت سے دل ایسے ہیں کہ وہ مردہ تھے ہم نے انہیں جلا دیا ان میں نور پیدا کر دیا اور وہ نور لئے ہوئے لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔"

بظاہر یہ دوسرے لوگوں کی طرح چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، دیکھنے میں سب ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں جیسے وہ انسان ویسے ہی یہ انسان لیکن بعض کے دل میں نور ہے اور بعض کے دل میں نور نہیں، وہ نور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت، فکر آخرت، اللہ تعالیٰ کی رضا کی تڑپ اور لگن، ان کے اعمال سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دل میں نور ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس نور کی کیا علامت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تین علامتیں بیان فرمائیں:

﴿التجافی من دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ﴾ (حاکم، بیہقی فی شعب الایمان)

یہ تین علامات ہیں نور کی، ویسے کوئی لالٹین یا ٹیوب لائٹ نہیں لگ جاتی جو سب کو نظر آجاتی ہو۔ نور کی ایک علامت یہ ہے کہ اس دنیا سے جو کہ دار الغرور ہے دھوکے کا گھر ہے بعد اور انقباض پیدا ہو جائے، اس سے بے توجہی اور بے اعتنائی برتنے لگے بس دنیا میں اس کا دل نہ لگے۔ دوسری علامت ہے والانابۃ الی دار الخلود جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، وطن اصلی ہے اس کی فکر میں لگ جائے یہی ایک فکر اس پر سوار ہو جائے کہ وطن کے لئے کچھ کرلوں وہاں کے لئے کچھ بنالوں۔ تیسری علامت ہے والاستعداد للموت قبل نزولہ موت آنے کے بعد تو کچھ ہوگا نہیں اس کے آنے سے پہلے ہی تیاری کرلوں اس لئے کہ جب موت آگئی تو عمل کا دروازہ بند ہو جائے گا پھر کچھ نہیں ہو سکتا موت آنے سے پہلے ہی کچھ کرلوں۔ یہ تین علامات بیان فرمائیں جس میں یہ تین علامات ہوں سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نور پیدا فرمادیا ہے۔

⑳ دنیا کے تغیرات سے اسباق عبرت:

آج ایک صاحب نے آکر اپنا تعارف کرایا وہ پنجاب کے ایک مدرسے کے بانی اول

کے پوتے تھے۔ میں جب اس مدرسے میں پڑھتا تھا تو ان کی عمر ۱۳، ۱۴ سال تھی، انہیں دیکھ کر عبرت ہوئی، اس کے بعد مسلسل دو چیزوں کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا سوچتا رہا ایک تو یہ کہ انسان خود بتدریج بڑا ہوتا ہے آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہے اس لئے اپنے بچپن اور بڑے ہونے میں کیا تغیرات آئے اس کی طرف توجہ نہیں جاتی۔ دوسرے لوگ بھی جو بچپن سے آپ کے سامنے رہے ان میں جو تغیر آیا، انقلاب آیا وہ روزانہ دیکھنے کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتا۔ بچہ آپ کے گھر میں پیدا ہوا بڑا ہوا بوڑھا ہوا لیکن آپ کو کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا کہ یہ بچہ پہلے کیسا تھا اور اب کیا تبدیلی آئی ہے بہت سوچنے پر شاید تھوڑا بہت فرق محسوس ہو اس لئے کہ وہ روزانہ آپ کے سامنے ہے۔ کسی کو آپ نے بچپن میں دیکھا پھر اس کے بعد بالکل کبھی نہیں دیکھا پھر وہ جوان ہو گیا بوڑھا ہو گیا اس کے بعد دیکھا تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ یہ کیا تھا کیا ہو گیا بس بتانے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے ورنہ اگر انسان اپنی عقل سے کام لے تو کبھی یقین ہی نہ کرے، یہی سوچتے ہوئے خود مجھے اپنا ایک قصہ یاد آگیا۔ جب میری عمر ۱۴، ۱۵ سال تھی، طالب علم کے زمانے میں ہمارے ایک رشتہ دار بھی ہمارے ساتھ رہا کرتے تھے اس کے بعد بیس بائیس سال کی عمر میں دوبارہ ان سے ملاقات ہوئی تو وہ بہت تعجب سے کہنے لگے کہ آپ تو بالکل بدل گئے پہچانے ہی نہیں جاتے، ۱۴، ۱۵ سال کی عمر میں سال بھر اکٹھے رہے پھر پانچ چھ سال بعد ملاقات ہوئی تو کہتے ہیں کہ اگر ہمیں پہلے سے معلوم نہ ہوتا کہ آپ ہیں تو ہم بالکل نہ پہچان پاتے۔ میں نے یہ قصہ اپنی ہمشیرہ کو بتایا تو انہوں نے عجیب جواب دیا کہ ان سے یہ کہنا تھا کہ یہ دین کی برکت ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے کی بنسبت ظاہری جسم اور دوسرے ظاہری حالات بھی کیا سے کیا بنا دیئے، یہ ترقی یہ نمو علم دین کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ دنیا کی ہر چیز سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ایک تو ایسے موقع پر عبرت حاصل کرنے کے لئے ان تغیرات کو سوچا کریں، آپ کے سامنے کسی کے بچپن کا نقشہ ہے پھر کبھی اسے جوان یا بوڑھا ہونے کے بعد دیکھا تو اس سے

عبرت حاصل کریں کہ کبھی ہم بھی بچے تھے پھر جوان ہوئے پھر بوڑھے ہو گئے اور ایک دن قبر میں اتر جانا ہے بالآخر فنا ہے۔ ؎

اشاب الصغیر وافنی الکبیر کر الغداۃ و مر العشی

صبح و شام کے گزرنے سے بچے بوڑھے ہو گئے، بوڑھے قبروں میں اتر گئے، ایک دن ہم پر بھی یہ وقت آنے والا ہے، تغیرات دنیا اور انقلابات سے سبق حاصل کیا جائے یہ دنیا فانی ہے ایک ایک حالت فانی ہے اور کسی روز یہ سارا جسم ہی فنا ہو جائے گا، زندگی سے قبر تک ایک ایک لمحہ فانی ہے حالات بدل رہے ہیں ایک ایک حالت فنا کا سبق دے رہی ہے۔

دوسرا سبق یہ ملا کہ مشہور ہے: الولد سر لابیہ یعنی بیٹا باپ کا راز دار ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ بیٹا باپ کے طرز و طریق پر ہوتا ہے مگر اب یہ معاملہ نہیں بڑے بڑے اولیاء اللہ کے بیٹوں پوتوں کو دیکھیں تو پتا ہی نہیں چلتا کہ اس کے والد یا دادا وغیرہ میں کوئی عالم بزرگ گزرا ہوگا۔ کسی بزرگ کے بیٹے کو دیکھیں تو وہ فاسق فاجر بن رہا ہے اور فساق و فجار کی اولاد دیندار بن رہی ہے:

﴿یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی﴾

(۳۰-۱۹)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان ظاہر ہو رہی ہے زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا ہو رہے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کوئی فاسق فاجر بتاتا ہے کہ میں فلاں بزرگ کا بیٹا ہوں اور حالت دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسے کسی بزرگ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ ان تغیرات و حالات سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو اپنے کسی نیکی پر کسی عمل پر اترانا نہیں چاہئے عجب نہ پیدا ہو، یہ زعم نہ پیدا ہو کہ ہم ایسے ایسے ہیں بلکہ اپنا عجز و انکسار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ گناہوں سے

بچنے کی طاقت، نیکیوں پر قائم رہنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے ہی حاصل ہوتی ہے ورنہ انسان کتنی ہی کوشش کرلے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ حالات دیکھ کر کہ ان کے دادا کیا تھے اور پوتا کیسا ہے اس سے عبرت حاصل کی جائے، ان کی حقارت دل میں نہ آئے ان کے لئے تو دعا ہی کی جائے، اپنے لئے عبرت حاصل کی جائے کہ جس طریقے سے کسی ایسے باپ سے بیٹا ایسا بن رہا ہے یا کسی ایسے دادا سے کوئی پوتا ایسے بن رہا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ نیکیوں کی توفیق گناہوں سے بچنے کی توفیق کسی کے بس کی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کی دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اگر ذرا بھی یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہم صالح ہیں نیک ہیں دوسروں میں یہ صلاحیت نہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کی غیرت کو جوش آجائے نیکی کی توفیق سلب ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی گرفت سے غیرت ڈرتے رہنا چاہئے، خوف بھی ہو دعاء بھی ہو کہ یا اللہ! بس تو ہی مدد فرما۔

یہ بات اس پر شروع ہوئی کہ کسی کو بچپن میں دیکھا پھر کافی مدت نہیں دیکھا پھر جوانی یا بڑھاپے میں دیکھا تو اس سے عبرت کا سبق ملتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شیطان کسی کو بہکائے کہ عبرت حاصل کرنے کے لئے بچپن کی تصویر لے لی جائے پھر بڑے ہو کر خود بھی دیکھیں اور دوسرے بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں کہ بچپن میں کیا تھے بڑے ہو کر کیا ہو گئے۔ کیا اچھا نسخہ ہے ہدایت حاصل کرنے کا، اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ کبھی بھی نیکی کا سبب نہیں بن سکتا، گناہ کبھی بھی ہدایت کا سبب نہیں بنتا۔

۲۷ ٹی وی ذریعہ عبرت یا زادِ جہنّم:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم ٹی وی میں مناظر قدرت دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ آپ کوئی ایک فرد ایسا دکھائیں جسے ٹی وی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی ہو اور اس نے گناہ چھوڑ دیئے ہوں بلکہ گناہ میں ترقی ہوئی ہوگی۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ ٹی وی سے عبرت حاصل کرتا ہے تو

وہ ایک مہینہ عبرت حاصل کرے اس کے بعد دیکھئے اس کی زندگی میں کئی گناہوں کا اضافہ ہوا ہوگا، وہ کہہ رہا ہے کہ عبرت حاصل کر رہا ہوں ادھر دن بدن گناہوں میں اضافہ ہو رہا ہے اگر اس سے واقعۃً عبرت حاصل ہوتی تو گناہ چھوٹنے لگتے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو ٹی وی دیکھ کر عبرت حاصل کرے اور گناہ چھوڑ دے، گناہ چھوٹیں گے نہیں بلکہ ترقی ہوگی، اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے کبھی بھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی، گناہ کبھی بھی ہدایت کا ذریعہ نہیں بن سکتا، اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا انہی سے عبرت حاصل ہو سکتی ہے، حرام کام سے کبھی بھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر حرام کاموں کے ذریعہ عبرت حاصل کرنے کا دروازہ کھول دیا جائے تو انسان عبرت حاصل کرنے کے لئے سارے گناہ کرتا رہے، بدکاری میں بھی کچھ عبرت حاصل ہوگی، فلاں عورت کے پاس چلے گئے اس سے بھی کچھ عبرت حاصل ہوگی، سودی لین دین کرلیں اس سے بھی کچھ عبرت حاصل ہوگی، خنزیر کا گوشت کھا کر دیکھئے اس سے بھی کچھ عبرت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطاء فرمائیں فہم دین عطاء فرمائیں۔

(۲۸) غذاء قلب کی اہمیت:

آج نزلے کی وجہ سے گلے میں درد ہے ایسی حالت میں بولنے سے درد بڑھ جاتا ہے اس لئے چھٹی کرنے کا ارادہ ہے مگر بالکل ہی چھٹی نہیں کی جاتی ایسے وقت میں ایک مثال سامنے رکھنی چاہئے کہ کوئی جسمانی مرض ہو جس کی وجہ سے آپ وہ خوراک نہیں کھا سکتے جو صحت میں کھایا کرتے تھے تو خوراک چھوڑ نہیں دیتے اس کی صورت بدل دی جاتی ہے روٹی کھاتے تھے تو اس کی بجائے دلیہ وغیرہ کھائیں گے چھوڑتے نہیں کھائیں گے ضرور مگر اس خوراک کی نوعیت بدل جاتی ہے پھر نوعیت بھی کیسی بدلے گی کہ پہلے کی بنسبت بہتری ہی ہو جائے ایسی خوراک منتخب کرکے کھائیں گے جو

لطیف ہو زود ہضم ہو جس سے فضلات کم بنیں۔ اگر منہ سے نہیں کھا سکتے تو خوراک پہنچانے کے اور طریقے بھی ہیں، وریدی انجکشن کے ذریعہ گلوکوز چڑھا کر خوراک پہنچائی جاتی ہے حتی کہ مریض ایسا کمزور ہو گیا کہ وریدیں خشک ہو گئیں ان کے ذریعہ خوراک نہیں پہنچائی جا سکتی تو بھی چھوڑتے نہیں پھر کیسے خوراک پہنچائی جائے گی حقنہ کے ذریعہ۔ بعینہ اس پر قیاس کیا جائے کہ حالت مرض میں آپ دینی معمولات ادا نہیں کر سکتے ذکر اللہ، تلاوت ہے، تسبیحات ہیں جو کچھ بھی دین کا کام آپ حالت صحت میں کر رہے تھے اب حالت مرض میں نہیں کر سکتے تو قلب کی اس خوراک کو چھوڑا نہیں جائے گا اس کی صورت بدل دی جائے گی۔ آپ کھڑے ہو کر نوافل پڑھتے تھے لیکن مرض کی وجہ سے اتنی دیر کھڑے نہیں ہو سکتے تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھے۔ کئی کئی پارے تلاوت کر لیتے تھے مگر اب مرض کی وجہ سے تلاوت کرنے سے دماغ پر بوجھ پڑتا ہے یا گلے میں بوجھ پڑتا ہے تو بلند آواز کی بجائے آہستہ کر لیجئے اگر آہستہ آواز میں پڑھنے سے بھی تکلیف ہوتی ہے تو تلاوت کی بجائے تسبیحات پڑھ لیں یا زبان کا کام نہیں کر سکتے تو نظر کا کام کر لیں دینی کتابوں کا دیکھنا، دینی مضامین کو دیکھنا، زبان سے کچھ نہ پڑھیں زبان ساکت رہے آنکھیں استعمال کرتے رہیں آنکھوں کے ذریعہ سے قلب تک خوراک جارہی ہے اور اگر بالکل ہی سکت نہیں، کتاب بھی نہیں دیکھ سکتے دماغ پر بوجھ پڑتا ہے، ضعف کی وجہ سے زبان بھی نہیں چلتی تو دل تو کہیں نہیں گیا، جب تک دل ہے دل کی خوراک روحانی خوراک حاصل کر سکتے ہیں، دل کو آخرت کی طرف متوجہ رکھئے، دل سے ذکر جاری رہے۔ دل سے ذکر جاری رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ دل دھڑ دھڑ کرنے لگے، دھڑ دھڑ کرنا تو بہت آسان ہے ایک طمانچہ لگا دو دل دھڑ دھڑ کرنے لگے گا۔ دل کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ دل غافل نہ ہو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے بس یہ دل کا ذکر ہے۔ بہرحال مقصد یہ ہے کہ حالت صحت میں دین کے جو کام کرتے تھے حالت مرض میں وہ کام نہیں کر سکتے تو ان کاموں کو

چھوڑا نہیں جائے گا بلکہ ان کے متبادل دوسرے کام کئے جائیں گے۔ اسی طرح سفر وغیرہ کی وجہ سے معمولات کو ادا کرنے کا وقت نہیں ملا تو چھوڑا نہیں جائے گا بلکہ اس کے متبادل دوسری چیزیں اختیار کی جائیں گے، وقت غفلت میں نہ گزرے، فکر ہوتی ہے تو انسان کام چھوڑتا نہیں اس کی ہزاروں ترکیبیں سوچ لیتا ہے کہ معمول چھوٹنے نہ پائے اور یہ دل کی غذاء کا کام آخرت کا کام اتنا آسان ہے کہ اور کچھ نہیں تو جیسے میں نے بتایا کہ دل کو آخرت کی طرف متوجہ کرلے، توبہ و استغفار دل کی ندامت سے بھی ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو سوچنا، اس کے احسانات و انعامات متوافرہ، متواترہ، متقاطرہ، متناثرہ کو سوچنا غور وفکر کرتے رہنا، موت مابعد الموت کے حالات کو سوچنا، دنیا کی فنائیت، اپنی پیدائش اور گزشتہ زمانہ، دنیا سے گزرے ہوئے لوگوں کے حالات، قبر اور اس کے حالات، جنت اور جہنم کے حالات، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا نقشہ ان چیزوں کو سوچنا نہ زبان پر موقوف ہے، نہ دماغی قوت پر موقوف ہے، نہ آنکھوں پر موقوف ہے، نہ کانوں پر موقوف بہرحال سوچ سکتے ہیں مقصد یہ ہے کہ سلسلہ بند نہ ہو۔ پیٹ میں خوراک پہنچانے کے لئے تو تین ہی راستے ہیں ایک حلق کے ذریعہ، دوسرا وریدوں کے ذریعہ، تیسرا احتقان کے ذریعہ، ایک راستے سے نہیں دوسرے راستے سے دوسرے سے نہیں تیسرے راستے سے پیٹ میں خوراک پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح دل کو خوراک پہنچانے کے کئی راستے ہیں، زبان سے، آنکھوں سے، کانوں سے، زبان پر جو بات آتی ہے اس کا اثر دل پر پڑتا ہے، کانوں میں جو بات پڑتی ہے اس کا اثر دل تک پہنچتا ہے، آنکھوں کے سامنے سے جو بات گزرتی ہے اس کا اثر دل تک پہنچتا ہے، یہ تین راستے ہیں دل تک غذاء پہنچانے کے اور اگر خدانخواستہ تینوں ہی راستے منقطع ہو جائیں دیکھ نہیں سکتا، بول نہیں سکتا، سن نہیں سکتا تو اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھے دل کی غذاء پھر بھی منقطع نہیں ہوتی پھر بھی انسان کو قدرت ہے کہ دل کو غذاء پہنچاتا رہے وہ اس

طرح کہ بس دل کو حاضر رکھے سوچتا رہے، مراقبہ کرتا رہے، محاسبہ کرتا رہے دل کو غافل نہ ہونے دے۔ جسمانی غذاء کے تینوں طریقے منقطع ہو گئے تو اب کوئی صورت نہیں مگر دل تک غذاء پہنچنے کے تینوں طریقے منقطع ہو جائیں تو بھی اسے غذاء پہنچانے کا طریقہ موجود ہے یہ غذاء قلب کی اہمیت کی دلیل ہے کیونکہ جو چیز زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہوا کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے آسان فرما دیتے ہیں، دنیا کی زندگی عارضی ہے ختم ہو جانے والی ہے اس کی اتنی اہمیت نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے جادوگروں سے پوچھیے کہ دنیوی زندگی کی کیا اہمیت ہے، بڑے عجیب الفاظ ہیں میں تو جب ان پر پہنچتا ہوں تو مزا ہی آجاتا ہے وجد آفریں الفاظ ہیں۔ جب فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا سولی پر چڑھا دوں گا تو وہ جواب میں کہتے ہیں:

﴿فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا﴾

(۲۰-۷۲)

بجائے ڈرنے کے جواب میں کہتے ہیں کہ تو جو چاہے فیصلہ کر لے زیادہ سے زیادہ کیا کرے گا یہ دنیا کی زندگی ختم کر دے گا اور کیا کرے گا ۔

ادھر آ او ظالم ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

دنیوی زندگی کی اہمیت ان کے نزدیک چیونٹی جیسی بھی نہیں تھی وہ سمجھتے ہی نہیں تھے کہ دنیا کی زندگی کوئی بچانے کی چیز ہے، یہ تو آخرت کے لئے ہے چونکہ یہ خود مقصود نہیں اس لئے اس کے ابقاء کے لئے اتنے وسائل پیدا نہیں فرمائے غذاء کے تینوں راستے منقطع ہو جائیں تو کچھ حرج نہیں جہاں جانا ہے جو وطن اصلی ہے وہاں جلدی پہنچ جائے گا اور کیا ہو گا مگر دل کی غذاء چونکہ بہت اہم ہے آخرت کی زندگی اس پر موقوف

ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود دل میں وہ صلاحیت پیدا فرمادی کہ وہ اپنی غذاء حاصل کرتا رہے، عجیب بات ہے کہ دل کی غذاء دل ہی میں رکھ دی۔

(۲۹) غافل دل پر شیطان کے زہر کا اثر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غافل دل پر شیطان کے زہر کا اثر ہوتا ہے شیطان اپنا ڈنگ ابن آدم کے قلب میں رکھے ہوئے ہے جو دل ذاکر ہوتا ہے غافل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے شیطان کا ڈنگ اس کے دل سے سکڑ جاتا ہے شیطان اس میں زہر داخل نہیں کر پاتا اور کسی کا دل جہاں غافل ہوا اس نے فوراً ڈسا۔ (شعب الایمان، للبیہقی) زہر داخل کرنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نیکیوں کی توفیق سلب ہو جاتی ہے، برائیوں کے تقاضے بڑھتے جاتے ہیں اس لئے کبھی غفلت نہ ہونے پائے ؎

رہے ذکر جاری رہے فکر ساری
نہ چھوٹے یہ جب تک کہ ہے سانس جاری

(۳۰) مشغولیت رحمت یا عذاب؟:

ہمارا سارا دن بھاگم بھاگ میں گزرتا ہے یہ خیال آتا ہے کہ بظاہر تو یہ کام دین کے ہیں، نماز سے فارغ ہوئے تلاوت ہے، تلاوت سے فارغ ہوئے تصنیف ہے، تصنیف سے فارغ ہوئے افتاء ہے، افتاء سے فارغ ہوئے پھر نماز ہے، نماز سے فارغ ہوئے پھر کوئی دین کا کام ہے تو یہ عالم رہتا ہے۔ دوسری طرف لوگ ٹیلیفون پر خواب کی تعبیر پوچھنا شروع کر دیتے ہیں کوئی اپنی بیماری کا حال بتانا شروع کر دیتے ہیں کوئی کچھ کوئی کچھ، ان سے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ چیزیں بذریعہ خط معلوم کریں ٹیلیفون پر اتنی فرصت نہیں، ان کا جواب تو ہے آسان اور جنہیں مسئلہ پوچھنا ہوتا ہے وہ پہلے لمبی تمہید باندھتے ہیں کہ مزاج شریف کیسے ہیں، ایک ضروری مسئلہ پوچھنا ہے زحمت دے رہا

ہوں معاف کیجئے گا اب ان سے کیا کہیں کہ اتنی دیر میں تو آپ نے مسئلہ پوچھ بھی لیا ہوتا، اس میں بڑا تردد رہتا ہے کہ ایسے لوگوں سے کیا کہا جائے اس لئے کہ وہ بے چارے محبت کا ثبوت دیتے ہیں مزاج پرسی کر رہے ہیں اور ہمارے مزاج ہی نہیں جن کی پرسی کی جائے اتنی فرصت نہیں، قلم ہاتھ میں ہے، آنکھیں گھڑی پر ہیں اور دل گھڑی کے الارم کی طرف لگا ہوا ہے کہ ابھی الارم بجا ابھی اٹھنا پڑے گا اور اتنا کام کرنا ہے اور کئی کئی لوگ مسلط بیٹھے ہوتے ہیں کہ اتنے دن ہوگئے ہمارا مسئلہ ابھی تک نہیں لکھا گیا وہ الگ سامنے بیٹھے کھٹکتے رہتے ہیں، ایسی حالت میں جب ٹیلیفون اٹھاتے ہیں تو کیا؟ مزاج شریف پھر یہ لوگ مزاج شریف پوچھنے میں کئی کئی منٹ لے لیتے ہیں۔ یہ تو سارا قصہ میں نے بتایا مشغولیت کا، آج عصر سے پہلے بہت کوشش کی کہ تلاوت ختم ہو جائے وہ ختم ہونا تو دور شروع بھی نہیں ہوئی، تلاوت کا روزانہ کا معمول جو عصر سے پہلے ختم کرنے کا ہے ابھی شروع بھی نہیں ہوئی ختم تو کب جا کر ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ ہو ہی جائے گی۔ آج جب یہ احساس ہوا کہ اتنی مشغولیت اتنی مشغولیت، بھاگو بھاگو۔ اس حالت میں پہلی بات تو یہ دیکھنے کی ہے کہ آپ کی یہ بھاگم بھاگ دنیا کے لئے ہے یا دین کے لئے ہے، یہ بات سوچنے کی ہے۔ اگر دنیا کی فکر ہر وقت دل و دماغ پر سوار رہتی ہے، ہر وقت دنیا کے دھندوں میں ہی لگا رہتا ہے، آخرت کی طرف کوئی توجہ نہیں آخرت کی فکر نہیں تو یہ بہت ہی بری حالت ہے، اولاً تو یہ دیکھنا ہے کہ ہماری حالت کیا ہے وطن کا شوق کس حد تک ہے، فکر آخرت کس حد تک ہے۔ اس کے بعد یہ کہ اگر ہم دین کے کاموں میں مشغول ہیں دین کا کوئی بھی کام ہو خواہ علمی ہو یا عملی اس کی مشغولیت آپ کو فرصت نہیں لینے دیتی تو یہ دیکھا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول بھی ہے یا نہیں اس لئے کہ دین کے جتنے بھی کام ہیں وہ تو صورت ہیں جب تک ان میں روح نہیں ہوگی جب تک اس قالب میں قلب نہیں ہوگا جب تک اس بدن میں جان نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں۔ اگر دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، دماغ ہر وقت

پریشان ہے تھکا ہوا ہے، سوتے جاگتے اسی کام کی فکر سوار ہے تو اس پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہئے کہ زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے کیونکہ یہ تو دین کی صورت ہے اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں تو وہ:

﴿کمثل الحمار یحمل اسفارا﴾ (۶۲-۵)

کا مصداق ہے، گدھے پر کتابیں رکھ دی جائیں اتنی زیادہ کتابیں کہ بوجھ سے مرا جا رہا ہے مگر اسے کتابیں اٹھانے سے کیا فائدہ؟ اسی طرح اگر کوئی انسان دین کے کام میں لگا ہوا ہے روزانہ ایک قرآن ختم کر لیتا ہے، ساری رات نوافل پڑھتا ہے، تلاوت تسبیحات اور علم دین سیکھنا سکھانا آگے پہنچانا اس میں رات دن مشغول ہے اتنی زیادہ جسمانی دماغی محنت لیکن اگر خدانخواستہ قبول نہیں تو معلوم ہوا کہ گدھے پر کتابیں لدی ہوئی ہیں، محنت اتنی کہ مرا جا رہا ہے مگر فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں: خسر الدنیا والاخرۃ۔ دینی خدمات میں دماغ نچڑ جائے جسم پگھل جائے مگر جب تک قبول نہیں کیا فائدہ، نقصان ہی نقصان ہے اس لئے یہ خطرہ ضرور ساتھ لگا رہنا چاہئے کہ قبول ہے یا نہیں اور یہ خطرہ جب پیدا ہونے لگے تو:

﴿ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم﴾ (۲-۱۲۷)

یہ دعاء مسلسل جاری رہنی چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے ہیں اپنی رائے سے نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے، کام کتنا بڑا کہ بیت اللہ کی تعمیر، اپنے خیال اور اجتہاد سے نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے، وحی کے ذریعہ حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کر رہے ہیں اور تعمیر میں صرف یہ نہیں کہ پیسا لگا رہے ہیں اپنی جان خرچ کر رہے ہیں، گارا خود بنا رہے ہیں، پتھر خود اٹھا رہے ہیں، چنائی خود کر رہے ہیں، اپنی جان خرچ کر رہے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ خطرہ ہے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں اس کے ساتھ دعاء بھی جاری ہے: ربنا تقبل منا

انک انت السمیع العلیم۔ اے ہمارے رب اقبول فرمالے، قبول فرمالے، مسلسل دعاء ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ ایسا ہے کہ انہیں مطمئن نہیں فرمادیا، ان پر وحی نازل کردیتے کہ کوئی بات نہیں، گھبرانے کی ضرورت نہیں، قبول ہے، نبی تھے وحی نازل ہوجاتی، انہیں بذریعہ وحی قبولیت کی بشارت نہیں دی گئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو یونہی دیکھنا چاہتے ہیں، مرتے دم تک اسے یہ خطرہ لگا ہی رہے یہ بندگی کی شان ہے یہ خطرہ ضرور رہے۔ اتنی اونچی ہستیاں جنہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿انا اخلصنهم بخالصة ذکری الدار ○ وانهم عندنا لمن المصطفین الاخیار ○﴾ (۳۸-۴۶،۴۷)

''ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ یاد آخرت کی ہے اور وہ (حضرات) ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔''

ایسے مقربین انہیں بھی یہ خطرہ تھا کہ قبول ہے یا نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اولاً تو یہ دیکھا جائے کہ ہماری سعی کس کام کے لئے ہے، یہ کوشش دنیا کے لئے ہورہی ہے یا آخرت کے لئے اور اگر ظاہراً آخرت کے لئے ہے تو مطمئن نہیں ہوجانا چاہئے یہ سوچا جائے کہ اس میں روح بھی ہے یا نہیں، کوشش بھی رہے دعاء بھی رہے۔ اگر اس میں اخلاص نہیں، روح نہیں، اللہ کے ہاں قبول نہیں تو پھر یہ دنیا ہے بدترین دنیا۔ دنیا دنیا کی صورت میں ہو تو اتنی بری نہیں جتنی کہ دنیا دین کی صورت میں بری ہے۔ صورت دین کی ہے مگر اخلاص نہیں وہ تو پھر دنیا طلبی ہوئی، دین کی صورت بنا کر دنیا طلبی، جاہ مقصود ہے، مال مقصود ہے، عام طور پر جاہ کی بیماری زیادہ ہوجاتی ہے حب جاہ پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر طالب ہے دنیا کا اور ظاہراً یہ کہہ رہا ہے کہ طالب دین ہوں وہ تو

ایسے ہی ہے کہ "بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا" اندر سے بھیڑیا ہے اوپر سے صورت بھیڑ کی سی بنا رکھی ہے، یہ تو بدترین دنیا ہے۔ باقی رہا یہ کہ یہ کیفیت کیسے پیدا ہو تو یہ پڑھنے پڑھانے سے پیدا نہیں ہوتی یہ کسی اللہ والے کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے، کسی اہل دل کے پاس بیٹھنے سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ جتنی بھی بڑی عبادت کرلے اس کے بارے میں یہ خوف بڑھتا چلا جائے کہ قبول بھی ہے یا نہیں۔ ظاہری علم سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی، ظاہری علم سے تو ظاہری عبادت بھی درست نہیں ہوتی باطن کیسے درست ہوگا۔ اگر پڑھنے پڑھانے سے ظاہری عبادت درست ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرماتے: صلوا کما رأیتمونی اصلی (متفق علیہ) ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ حالانکہ نماز کے فرائض، واجبات، شرائط، مستحبات، آداب ظاہرہ و باطنہ سارے کے سارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تفصیل سے بیان فرمادیے تو پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو مجھے دیکھا کرو میں جیسے پڑھتا ہوں ویسے پڑھا کرو، معلوم ہوا کہ علم کافی نہیں جب تک کہ کسی کے پاس رہ کر اس کی عبادات ظاہرہ کو دیکھا نہیں جاتا، بغیر دیکھے کام نہیں بنتا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں وضوء کرکے دکھاؤں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء فرمایا کرتے تھے، زبانی بھی تو بتا سکتے تھے مگر انہوں نے کرکے دکھایا۔ کسی کو دیکھنے سے کسی کے پاس بیٹھنے سے صرف یہی نہیں کہ ظاہری عبادت صحیح ہوتی ہے بلکہ باطن پر بھی اثر پڑتا ہے۔ جتنی زیادہ کوشش کرے گا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جتنی مجالست زیادہ کرے گا جتنا آنا جانا زیادہ رکھے گا یا خط و کتابت زیادہ کرے گا اتنا ہی باطنی حالات کا اثر پڑتا ہے۔ جو شخص متوجہ رہتا ہے تعلق رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلبی کیفیات اس پر منکشف ہوتی ہیں۔ حاصل یہ کہ صحبت سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ قالب تو بن گیا قلب بنا یا نہیں۔ اگر یہ فکر نہیں تو خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ ساری عبادات بے کار

چلی جائیں، ساری عمر سخت محنت میں گزری خوب محنت اور آگے جا کر جب خزانہ کھولا تو کچھ بھی نہیں ساری محنت ضائع ہوگئی، یہ فکر رہنی چاہئے۔ بعض لوگوں کو تو اتنی فکر بڑھ جاتی ہے کہ پریشان ہو جاتے ہیں معاملہ تحمل سے باہر ہو جاتا ہے پھر ان کی تسکین کے لئے کچھ بتانا پڑتا ہے کہ فلاں آیت دیکھئے یہ تو اچھی علامت ہے تاکہ کچھ سکون ہو جائے یہ نہیں کہ فکر ہی ختم ہو جائے اگر فکر ختم ہوگئی تو یہ خسارے کی علامت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کسی تابعی کا قول نقل فرماتے ہیں: ما خافه الا مؤمن وما امنه الا منافق۔

ہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہو سکتی ہے اور نفاق کی طرف بھی، مؤمن ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے۔ جب وہ معصیت نہیں کرتا، نافرمانی نہیں کرتا تو پھر ڈرنے کا کیا مطلب؟ اس لئے ڈرتا رہتا ہے کہ اللہ جانے جن حسنات میں لگا ہوا ہوں یہ قبول بھی ہیں یا نہیں۔ ایک بڑا اچھا شعر ہے ۔

نیکیاں یارب مری بدکاریوں سے بد ہوئیں
وہ بھی رسوا کن ترے دربار میں بے حد ہوئیں

جنہیں نیکیاں سمجھ رہے ہیں اللہ جانے وہاں کیا لکھا جا رہا ہے، فکر لگی رہنی چاہئے۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مؤمن ہمیشہ نفاق سے ڈرتا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ بظاہر عبادت گزار ہوں مگر اندر کہیں نفاق چھپا ہوا ہو، مؤمن اس سے ڈرتا رہتا ہے جب کہ منافق نفاق سے نہیں ڈرتا اسے یہ فکر ہی نہیں ہوتی کہ اس کے اندر کیا ہے کیا نہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ فکر عطاء فرمادیں۔

(۳۱) موت کے وقت زندگی کی حالت کا اثر:

عمر بھر انسان کی جو حالت رہتی ہے مرتے وقت اس کا اثر ہوتا ہے اگر عمر بھر دنیا کے مشاغل میں لگا رہا تو مرتے ہوئے ادھر جان نکل رہی ہے جان لوٹ رہی ہے اور یہ

یہی سوچ رہا ہے اور یہی کہہ رہا ہے کہ فلاں کام، فلاں کام، فلاں بیٹا، فلاں بیٹی اسی کو سوچ رہا ہے اور اگر عمر بھر دنیا کے کام کرتا رہا مگر توجہ آخرت کی طرف رہی، توجہ اپنے مالک کی طرف رہی شوق وطن غالب رہا، مسافر خانہ میں ہیں اور سفر کے کام بہر حال کرنے ہیں، کام تو سارے کر رہا ہے مگر شوق وطن کا ہے تو جب یہ حالت ہوگی یہ شوق ہوگا تو مرتے وقت وہی اچھی حالت رہے گی اسی پر خاتمہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔

بوقت انتقال والدہ مرحومہ کا عجیب حال تھا، آپ کو مجھ سے بڑی محبت تھی، تمام اولاد میں سب سے زیادہ الحمد للہ! مجھ سے محبت تھی۔ ایک تو یہ کہ محبت سب سے زیادہ دوسرے یہ کہ میں باہر تھا دوسری اولاد قریب ہی تھی میں اس زمانے میں دار العلوم کورنگی میں تھا۔ ٹیلیفون پر جیسے انتقال کی اطلاع آئی اور میں یہاں سے روانہ ہوا تو راستے بھر یہی سوچتا رہا کہ مجھے بہت ہی یاد کیا ہوگا اس لئے کہ بہت محبت تھی مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ عالم ہی کچھ اور تھا۔ والدہ مرحومہ کی دعاء یہ رہا کرتی تھی ہم نے بارہا سنی کہ یا اللہ! آخر دم تک کسی کا محتاج نہ کر اور چلتے ہاتھ پاؤں اٹھالے۔ ایسے ہی ہوا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوئیں اور ایک ہی قے ہوئی اس سے نڈھال ہوگئیں بے ہوشی کی حالت ہوگئی، ڈاکٹر کے پاس جانے لگے تو فرمایا کہ نہیں مت بلایئے ہم جارہے ہیں ڈاکٹر کو بلانا بے کار ہے اور اسی وقت فوراً دونوں ہاتھ جوڑ کر توبہ کی، استغفار کیا یا اللہ! معاف فرما، اس کے بعد والد صاحب سے کہا کہ مجھ سے آپ کی خدمت میں جو کوتاہی ہوئی ہو معاف فرما دیجئے بس یہ کہہ کر رخصت ہوگئیں۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمیں بہت یاد کیا ہوگا اور وہاں یہ عالم کہ کوئی بھی یاد نہیں کوئی بھی یاد نہیں سوائے مالک کے کوئی یاد نہیں، دنیا کی کسی قسم کی بھی کوئی بات نہیں کی۔ جو حالت زندگی میں رہتی ہے، صحت میں رہتی ہے مرتے وقت اسی کا اثر ہوتا ہے۔

۳۲ اللہ تعالیٰ کا ٹیپ ریکارڈر:

ایک مولوی صاحب بیوی کو مجبور کر رہے ہیں کہ بے پردہ ہو جاؤ میرے بھائیوں سے پردہ مت کرو۔ ابتداء تو بھائیوں سے پردہ نہ کرنے کی ہے آگے اللہ جانے کہاں کہاں تک پہنچائیں گے۔ ان کی بیوی بے پردہ ہونے کو تیار نہیں۔ اس سلسلے میں بات چیت کرنے کے لئے مولوی صاحب سسرال کے گھر میں آئے، سسرال والوں کو میں نے پہلے سے سمجھا رکھا تھا کہ مولوی صاحب جب بات کرنے آئیں تو چھپا کر ٹیپ ریکارڈر لگا دیں۔ مولوی صاحب اپنے دو بھائیوں کو بھی ساتھ لے کر گئے انہیں ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا اور مولوی صاحب دوسرے کمرے میں بیوی اور اس کے والدین سے بات کرنے لگے۔ لڑکی کا بھائی ٹیپ ریکارڈر لگانے کے لئے لے جا رہا تھا تو مولوی صاحب کے بھائیوں نے دیکھ لیا اور وہ سمجھ گئے کہ کیا قصہ ہے، وہ پکارنے لگے کہ ارے فلاں ارے فلاں ذرا ایک منٹ کے لئے باہر آؤ، وہ بھائی کو بچانا چاہتے تھے مگر قدرت جسے پھانسے وہ کیسے بچے، مولوی صاحب کمرے میں بڑے جوش سے باتوں میں مصروف تھے وہیں سے بھائیوں کو جواب دیا کہ خاموش رہو بات کرنے دو۔ سسرال والوں نے اس کی ساری بے ہودہ باتیں ٹیپ کر لیں۔

یہ تو ہوا سسرال کا ٹیپ ریکارڈر اب یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ٹیپ ریکارڈر لگا ہوا ہے:

﴿ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید﴾ (۵۰-۱۸)

”وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔“

یہ ٹیپ ریکارڈر تو ایسا ہے کہ صرف زبان کی بات اس میں ریکارڈ ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے جو ٹیپ ریکارڈ لگا رکھا ہے اس میں دلوں کی باتیں بھی ریکارڈ ہوتی ہیں۔ اس

آئے کو دیکھ رہا جب اس کا تصور آئے اس کا ذکر آئے تو سوچا جائے اپنی اصلاح کی جائے کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہرہ متعین ہے، زبان کی باتیں تو الگ رہیں انہیں دلوں کی بھی سب باتیں معلوم ہیں اس لئے زبان کی حفاظت، دلوں کے خیالات کی حفاظت، وہاں تو ٹی وی لگا ہوا ہے اعضاء ظاہرہ کی حرکات، قلبی کیفیات، دل کے خطرات سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے سب پیش ہوگا قیامت کے روز اس لئے انسان کو متوجہ بھی رہنا چاہئے، ہوشیار بھی رہنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی رہے:

﴿یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اصلح لی شانی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین﴾

اے زندہ! اے سنبھالنے والے! تیری رحمت کا صدقہ دے کر ہم تجھ سے دعاء کرتے ہیں۔ استغیث تیرے ہاں فریاد داخل کرتے ہیں، تیری رحمت کا واسطہ دے کر تیرے ہاں فریاد داخل کرتے ہیں۔ اصلح لی شانی کلہ میری ہر حالت کو باصلاح بنادے، میری ہر حالت کی اصلاح فرمادے ظاہر کی بھی باطن کی بھی اور مجھے آنکھ جھپکنے کی مدت کے لئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔ متوجہ بھی رہیں، ہمت بھی بلند رکھیں ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء بھی کرتے رہیں کہ یا اللہ! تو حفاظت فرما۔ اس ٹیپ ریکارڈر سے بہت ہوشیار رہنا چاہئے۔

(۳۳) عجیب دعاء:

آج ایک خط آیا انہوں نے خط کے شروع میں عربی میں دعائیہ جملہ لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ یہ وہ دعاء ہے جو الحمد للہ میرا ہمیشہ کا معمول ہے، یوں دعاء کرتے رہنا چاہئے کہ یا اللہ! ہمیں جن نیک اعمال کی توفیق ہو رہی ہے ان اعمال کو ہمارے لئے، والدین کے لئے، اکابر کے

لئے، جملہ مشائخ کے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعاء ہے مگر اس دعاء میں بہت فائدے ہیں اس دعاء کو روز کا معمول بنالینا چاہئے۔ اب اس کے فائدے نمبروار بتاتا ہوں:

❶ ایک فائدہ تو یہ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعاء کرتے ہیں تو اس میں اپنا فائدہ ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے کہ میرا فلاں بندہ میرے حبیب کے ساتھ محبت رکھتا ہے، اظہار محبت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی محبت متوجہ ہوجاتی ہے۔

❷ دوسرا فائدہ یہ کہ جب ہم یوں کہیں گے کہ یا اللہ! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ جاریہ بنادے تو اس کی دعاء ہوگئی کہ ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق عطاء فرما، گناہوں سے نافرمانیوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرما۔ صدقہ جاریہ تو جبھی بنے گا کہ جب نیک اعمال کریں۔

❸ جب ہم یہ کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ جاریہ بنادے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ بھی ہوگیا۔

❹ جب یہ دعاء کی جائے گی تو ذہن میں سوال پیدا ہوگا کہ مانگ تو رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ جاریہ بن جاؤں اس کے لئے کوشش کتنی کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ دنیا میں یوں جاری ہے کہ کوئی انسان دعاء کرے لیکن اس کے لئے کوشش نہ کرے تو اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی خواہ وہ دین کا کام ہو یا دنیا کا۔ دنیا کے لئے دعاء مانگتا ہے لیکن کوشش نہیں کرتا تو اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح انسان جنت کے لئے دعاء مانگتا رہے لیکن کوشش نہ کرے تو جنت اسے کبھی بھی نہیں مل سکتی، وہ کوشش کیا ہے؟ گناہوں کو چھوڑنا، جنت نفل عبادات کے ذریعہ حاصل نہیں کی جاسکتی، جہنم سے نجات کا واحد ذریعہ گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ اس طرح جب دعاء

کرے گا تو دل میں خیال پیدا ہوگا کہ کوشش بھی کرنی چاہئے کیونکہ بغیر کوشش کے کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔

۵ دعاء کرنے سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ یہ سوچے گا کہ یہ چیزیں مانگنے کی ہیں اسی لئے تو اس کے لئے دعاء کر رہا ہوں، اس سے نیک اعمال کی، گناہوں سے بچنے کی اہمیت دل میں پیدا ہوگی ہمت بلند ہوگی۔

انہوں نے جو دعاء لکھی اس کے جواب میں میں نے لکھا: ان لم تسمع ھذا الدعاء من لسانی فھو عکس جنانی یعنی یہ دعاء آپ نے کبھی مجھ ہی سے سنی ہوگی، اگر مجھ سے نہیں سنی تو میرے دل کا عکس ضرور ہے، کبھی کوئی بات کسی سے زبان سے مل جاتی ہے کبھی کسی کے دل سے مل جاتی ہے۔

۳۲ دینی نقصان کا تدارک:

ایک خاتون نے اصلاحی خط میں اپنا اور گھر کے دوسرے افراد کا اعمال نامہ لکھ کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ جنہیں توفیق عطاء فرمادیں، مہینے بھر کا اعمال نامہ اتنی اہمیت سے کہ شمسی تاریخ فلاں، قمری تاریخ فلاں، دن فلاں، پورا نقشہ بنا کر اس میں تین خانے بنائے ہیں کہ مراقبہ ہوا یا نہیں، محاسبہ ہوا یا نہیں، مکہ مکرمہ کی رہائش پر ہدیہ تشکر پیش کیا یا نہیں، ذی الحجہ میں حج کے سفر میں ہماہمی کی وجہ سے ان کا آٹھویں تاریخ کا اور دوسروں کے آٹھویں نویں کے دو دو ناغے ہیں۔ اس خاتون کے ان معمولات میں دو سال تک ایک بھی ناغہ نہیں ہوا، ہے نا عجیب بات حالانکہ امریکہ وغیرہ بھی جانا ہوتا ہے۔ اب جب دو سال بعد ایک ناغہ ہوا وہ بھی حج کی مشغولیت کی وجہ سے تو لکھتی ہیں: نسیت ثم استغفرت صباحا۔ رات کو سوتے وقت بھول گئی تو صبح اٹھ کر اس کا تدارک کر لیا۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا بہت اچھا ماشاء اللہ۔

دین کا کام اگر اپنے وقت پر نہ ہو سکا کسی مشغولیت کی وجہ سے بھول گئے تو اسے

چھوڑ نہیں دینا چاہئے اس کا تدارک کیا جائے۔ اسے مثال سے یوں سمجھا جائے کہ وقت پر کھانے کا ناغہ ہو گیا یا سونے کا ناغہ ہو گیا تو کبھی ایسا ہوا کہ کسی نے اس کا تدارک نہ کیا ہو۔ صبح ناشتہ نہ کر سکے تو دوپہر کو دگنی خوراک لے کر ساری کسر نکال لی جاتی ہے۔ اگر کسی کی نیند پوری نہ ہو جاگنا پڑے تو دوسرے وقت سو کر اس نیند کو پورا کر لیا جاتا ہے کم از کم اتنا تو ضرور کرے گا کہ فجر کی نماز کے بعد سو جائے گا ورنہ آٹھ دس بجے تک پڑے سوتے رہتے ہیں۔ جسمانی راحت، جسمانی غذاء میں اگر ناغہ ہو جائے تو لازماً دوسرے وقت میں اس کا تدارک کر لیا جاتا ہے صبر نہیں کرتے چھوڑتے نہیں۔ دل کی غذاء، دل کا سکون جن چیزوں سے حاصل ہوتا ہے وہ اگر کسی وجہ سے چھوٹ گئے تو اس میں ناغہ کیوں برداشت کیا جائے اس کا بھی تدارک ہونا چاہئے رات میں یاد نہ رہا ہو تو صبح کر لیا، دن میں کوئی کام کرنے کا تھا یاد نہیں رہا رات میں کر لیا چھوڑا نہ جائے، مناجات مقبول پڑھنے کی فرصت نہیں ملی یا بھول گئے تو دوسرے دن دو منزلیں پڑھ لیجئے، اگر ایک وقت میں دو منزلیں نہیں پڑھ سکتے تو ایک پڑھ کر درمیان میں کوئی کام کر لیجئے پھر اس کے بعد دوسری پڑھ لیں بلکہ نفس کو اگر ذرا سزا مل جائے تو آئندہ کے لئے بھولنے کا مرض جاتا رہتا ہے، بار بار مراقبہ محاسبہ بھول جاتے ہیں تو ایسی سزا تجویز کریں جس میں تکلیف ہو۔ مختلف لوگوں کے حالات کے اعتبار سے سزائیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کی حالت یہ کہ پیسا نکالنا مشکل ہے، اگر ایک رات مراقبہ ومحاسبہ بھول گئے تو پانچ روپے نکالو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اگر پانچ سے بھی کام نہیں بنتا تو دس نکالو، بعض کو نماز پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے اگر ایک رات استغفار کر کے سونا بھول گئے تو صبح اٹھ کر چار رکعت نفل نماز پڑھو۔

۳۵ مسلمان شیطان پر غالب:

شیطان بڑا عیار ہے، بڑا شریر ہے لیکن مسلمان اگر صحیح معنی میں مسلمان ہو تو اس کا

دشمن شیطان سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔ شیطان تو یہ کرتا ہے کہ کسی کی تہجد کی دو رکعتیں چھڑوا دیں تو اگر وہ صحیح معنی میں مسلمان ہے تو صبح اٹھ کر اشراق کے وقت بیس رکعتیں پڑھ ڈالتا ہے پھر شیطان سوچتا ہے کہ میں تو اسے نقصان پہنچانے چلا تھا مگر یہ تو ہمارا بھی ابا نکلا میں نے اس کی دو رکعتیں ضائع کیں تو اس نے بیس پڑھ ڈالیں، شیطان آئندہ اسے پہلے سے بیدار کرے گا کہ جلدی سے اٹھو تہجد کا وقت ہو رہا ہے۔ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو یا خود ہی اپنی چیز کہیں رکھ کر بھول گیا یا کوئی بات یاد ہی نہیں آرہی تو بعض نے کہا ہے کہ نماز کی نیت باندھ لے اور یہ طے کر لے کہ جب تک یاد نہیں آئے گی پڑھتا ہی رہوں گا چھوڑوں گا نہیں تو شیطان کہاں برداشت کرے کہ اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت کرے وہ جلدی سے یاد دلا دے گا مگر شکر نعمت یہ ہے کہ بات یاد آجائے تو بھی کچھ نماز اور پڑھ لے یہ نہیں کہ بات یاد آگئی اور نماز ختم۔

۳۶ ذکر و فکر کی اہمیت:

زبان کو عادت ڈالئے کہ ذکر میں مشغول رہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿والذکرین اللہ کثیرا والذکرت﴾ (۳۳-۳۵)

وہ مرد جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور وہ عورتیں جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس فہرست میں داخل فرمالیں۔ عرف عام میں بھی، عقلاً بھی اور شرعاً بھی عورتوں کو الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مردوں کو خطاب کر کے کوئی حکم دے دیا تو چونکہ عورتیں ان کے تابع ہیں اس لئے وہ حکم ان کے لئے بھی عام ہو گیا، عورتوں کو الگ سے ذکر نہیں کیا جاتا عورتیں مردوں کے تابع ہیں اگرچہ آجکل معاملہ الٹا ہو گیا ہے کہ مرد عورتوں کے تابع ہو گئے ہیں۔ اگر عورتوں کا کوئی جدا حکم ہو تو وہ الگ سے بتایا جاتا ہے ورنہ جو مردوں کا حکم سو وہ عورتوں کا حکم مگر جہاں اللہ

تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور محبت کی بات ہے وہاں عورتوں کو مستقل ذکر فرمایا:

﴿ان المسلمین والمسلمت والمؤمنین والمؤمنت والقنتین والقنتت والصدقین والصدقت والصبرین والصبرت والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقت والصئمین والصئمت والحفظین فروجھم والحفظت والذکرین اللہ کثیرا والذکرت﴾ (۳۳-۳۵)

مردوں اور عورتوں دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر ہے، کیا عجیب الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کس محبت سے یاد فرماتے ہیں، سوچا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور بہت زیادہ یاد کرنے والی عورتیں اور ادھر سے معاملہ کیا ہے کچھ یاد بھی ہے یا نہیں:

﴿یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا○ وسبحوہ بکرۃ واصیلا○﴾ (۳۳-۴۱،۴۲)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت کثرت سے یاد کیا کرو صبح و شام اس کی تسبیح میں لگے رہو، جب انسان کثرت سے ذکر کرتا ہے تو اس کے دل میں فکر پیدا ہوتی ہے ۔

این قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر گر جامد بود رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر را خورشید این افسردہ ساز

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نصیحت میں دفتروں کے دفتر بھر دیے مگر کچھ فکر آخرت پیدا کیجیے اگر کسی میں فکر پیدا نہیں ہوتی اس کی فکر جامد ہے بیدار نہیں ہوتی تو وہ کیا کرے اس کا نسخہ بھی ہم سے لے لیجیے کہ ذکر کیجیے، اللہ تعالیٰ کا ذکر

کثرت سے ہوتا رہے خواہ وہ دین کی باتوں کا مذاکرہ ہو، دین کی باتیں پڑھیں سنیں یہ بھی ذکر ہے اور اگر پڑھنے کی کوئی کتاب نہیں، پڑھنے پڑھانے والا، سننے سنانے والا کوئی نہیں تو ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے خواہ وہ کچھ بھی ہو لا الہ الا اللہ ہو، سبحان اللہ ہو، الحمدللہ ہو، تلاوت ہو، درود شریف ہو کچھ بھی ذکر چلتا رہے مقصد تو یہ ہے کہ محبوب کا ذکر زبان پر جاری رہے۔ فکر اگر جامد ہے تو اس کا نسخہ ہے ذکر کیجئے ذکر کی یہ خاصیت ہے کہ وہ فکر کو بیدار کر دیتا ہے۔ اس کی مثال دے کر فرمایا ؂

ذکر را خورشید این افسردہ ساز

برف کے پہاڑ جمے ہوئے ہیں ذرا آفتاب کو نکلنے دو پھر دیکھو کہ وہ کیسے برف کے پہاڑوں کو پگھلا دیتا ہے۔ سورج اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جب اس میں یہ طاقت ہے کہ برف کے پہاڑوں کو پگھلا دے تو کیا اللہ کے نام اور اس کے ذکر کا یہ اثر نہیں ہوگا کہ تمہارا ذہن، تمہارا دل جو برف کی طرح جما ہوا ہے وہ اسے پگھلا دے، اللہ کا نام جامد فکر کو متحرک کر دے گا۔ دنیا بھر کی باتیں ہوتی رہتی ہیں ادھر ادھر کے سب کام ہوتے رہتے ہیں لیکن ذکر اللہ نہیں ہوتا، ذکر اللہ کا اہتمام کریں کوشش کریں اگر نہیں ہوتا تو پھر سب سے آخری بات یہی ہے کہ اہل ذکر کے پاس بیٹھیے وہاں بیٹھنے سے یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ مگر ایک بات سمجھ لیں اہل ذکر کے پاس بیٹھنے سے آپ کو ذکر کی دولت کب نصیب ہوگی جب کہ بیٹھنے سے یہ مقصد ہو کہ ہمارا دل بن جائے ہمیں ذکر کی عادت پڑ جائے اگر یہ مقصد لے کر جائیں گے تو فائدہ ہوگا اور اگر چلے گئے تعویذ لینے کے لئے، دعاء کروانے کے لئے سفارش کروانے کے لئے یا کسی اور دنیوی مقصد کے لئے بنا بنانا مقصود نہیں تو پھر کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

جب تک قلب رہے پہلو میں جب تک تن میں جان رہے
لب پر تیرا نام رہے اور دل میں تیرا دھیان رہے

جذب میں پراں ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے
لیکن غافل تجھ سے ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے

اس لئے اگر کسی کے پاس جائیں تو مقصد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی توفیق ہو جائے اور اگر کوئی دنیوی مقصد ہو بھی تو نیت یہ کرلیں کہ ساتھ ساتھ دین بھی حاصل ہو جائے۔

۴۷ ہر حالت سے سبق حاصل کریں:

جو بھی حالات گزر رہے ہوں ان سے کچھ نہ کچھ سبق حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ایسا سبق جس سے آخرت بنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ آج کل کئی روز سے دارالافتاء میں صفائی ہو رہی ہے، ریگ مال لگ رہا ہے اور پھر اس پر رنگ ہو رہا ہے۔ یہ ریگ مال کیا ہے؟ استغفار۔ جہاں کہیں کسی چیز کی صفائی ہو رہی ہو یا خود ہی کسی چیز کی صفائی کر رہے ہوں تو مسلسل یہ سوچتے رہنا چاہئے کہ قلب کی صفائی اس سے زیادہ اہم ہے اور جو چیز جتنی زیادہ اہم اور ضروری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے آسان فرما دیتے ہیں۔ دنیا میں کسی چیز کی صفائی اتنی آسان نہیں جتنی اللہ تعالیٰ نے قلب کی صفائی آسان فرمادی۔ کپڑا صاف کرنے کے لئے، لوہے کا زنگ چھڑانے کے لئے یا کوئی اور صفائی کرنے کے لئے دھونے صاف کرنے اور میل چھڑانے کے لئے کافی محنت کرنی پڑتی ہے کوئی مصالحہ وغیرہ لگانا پڑے گا، ریگ مال لگانا پڑے گا، کپڑے دھونے کا صابن لگانا پڑے گا، پیسا بھی بہت خرچ ہوا محنت بھی بہت ہوئی اور وقت بھی صرف ہوا مگر دل کی صفائی کے لئے بس اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیے زبان ہلانے کی بھی ضرورت نہیں دل پر ندامت آجائے خود کو خطا کار سمجھ لیں نہ وقت صرف ہو نہ کچھ مال خرچ ہو نہ محنت، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے ریگ مال لگ گیا دل کی صفائی ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿کل بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التوابون﴾ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)
تمام انسان خطاکار ہیں کوئی زیادہ جرم کرتا ہے کسی سے کم اور ہلکی خطائیں ہوتی ہیں سب خطاکار ہیں کسی نہ کسی قسم کی لغزشیں کوتاہیاں ہو ہی جاتی ہیں، خطاکاروں میں بہتر وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ استغفار کرنے والے ہیں۔ اس کی طرف توجہ کی جائے ایک تو یہ کہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگ کر سوئیں ہوسکتا ہے کہ رات کو سوئیں تو صبح بیدار ہونا نصیب نہ ہو سوتے وقت گناہوں سے پاک ہو کر سوئیں اسی حالت میں موت آگئی تو پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچیں گے گناہوں کو معاف کروا کر پہنچیں گے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نیند کو موت کا نمونہ بنایا ہے، سویا ہوا اور مرا ہوا انسان برابر ہیں نہ اسے کچھ ہوش نہ اسے کچھ خبر، جب عارضی موت یعنی سونے سے پہلے یہ عادت ہوگی کہ توبہ و استغفار کرلیں، اپنے مالک کی ناراضی کا تدارک کرلیں، مالک کو راضی کرلیں تو جب حقیقی موت آئے گی یہ عادت کام دے گی توبہ و استغفار کی توفیق ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے سامنے پاک ہو کر پہنچیں گے۔ کثرت سے استغفار کریں خاص طور پر رات کو سوتے وقت، دن میں بھی بار بار استغفار کی کثرت رہے یہ دل کا ریگ مال ہے صفائی ہوتی ہے زنگار اترتا ہے۔
کثرت استغفار کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر انسان کثرت سے معافی مانگتا رہتا ہے بار بار استغفار کرتا رہتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ گناہ چھوٹنے لگتے ہیں، استغفار زیادہ کرنے سے گناہ چھوٹنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انسان بار بار کسی کے مکان پر جا کر اس سے معافی مانگتا ہے بار بار حاضر ہوتا رہے تو مکان والے کو اس سے محبت ہوگی یا نہیں ہوگی کہ یہ تو روزانہ ہی ہمارے پاس آتا ہے تو جو بندہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بار بار حاضری دے کر کہتا ہے کہ یا اللہ! معاف فرما دے تو اللہ کو اپنے اس بندے سے کیسے محبت نہ ہوگی اور جس بندے سے اللہ کو محبت ہو تو کیا وہ اسے گناہوں سے نہیں بچائیں گے؟ نفس و شیطان کے شر سے اسے نہیں بچائیں گے؟ ضرور بچائیں گے۔ ایک فائدہ یہ

بھی ہے کہ جو شخص کثرت سے استغفار کرتا ہے اسے یہ خیال ہوگا کہ گناہ بہت بری چیز ہے جبھی تو استغفار کر رہا ہوں اور گناہ کی برائی جتنی زیادہ دل میں بیٹھے گی اس سے بچنے کی فکر کرے گا۔

شیطان یہ دھوکا دیتا ہے کہ جب گناہ کرنا ہی ہے تو استغفار کا کیا فائدہ؟ شیطان کے اس دھوکے سے بچنے کے لئے یہ سوچیں آپ کپڑے صاف کرتے ہیں دھوتے ہیں، بدن صاف کرنے کے لئے نہاتے ہیں تو اس وقت یہ کیوں نہیں سوچتے کہ نہانے سے کیا فائدہ بدن تو پھر میلا ہو جائے گا، جب کپڑے بدلتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ کپڑے تو دو تین دن میں پھر میلے ہو جائیں گے بدلنے کا کیا فائدہ۔ کسی چیز کے میلے ہونے کا یہ علاج نہیں کہ اس کی صفائی چھوڑ دیں بلکہ میلا ہو جائے تو پھر صاف کرلیں بلکہ اصول یہ ہے کہ جو چیز جلدی جلدی میلی ہوتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے جلدی جلدی صاف کیا جائے اگر جلدی صاف نہیں کیا تو پھر میل اس پر مسلط ہو جائے گا، میل اس میں راسخ ہو جائے گا اسے کھا جائے گا پھر وہ کپڑا صفائی کے قابل ہی نہ رہے گا پھٹ جائے گا مگر صاف نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ دھبا پڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے معاف کرا لیتا ہے تو وہ دھبا صاف ہو جاتا ہے اور اگر معاف نہیں کرواتا تو وہ بڑھتا جاتا ہے اور سارے دل پر چھا جاتا ہے پھر توبہ و استغفار کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) یہ شیطان کا دھوکا ہے کہ پھر گناہ ہو جائے گا تو توبہ سے کیا فائدہ۔ پھر گناہ ہو جائے گا پھر معاف کروالیں گے، کپڑے میلے ہو جاتے ہیں دھو لیتے ہیں، بدن میلا ہو جاتا ہے نہا لیتے ہیں، جلدی جلدی نہاتے رہیں جلدی جلدی دھوتے رہیں تو میل کم ہونے کی وجہ سے آسانی سے اتر جائے گا مقصد یہ ہے کہ کثرت سے استغفار کیا جائے اس کی برکت سے گناہ چھوٹنے لگیں گے۔

معاشرے سے گناہ اسی لئے نہیں نکلتے کہ استغفار کی طرف توجہ نہیں، اگر استغفار

کی طرف توجہ رکھیں کم از کم اتنا تو کریں کہ گناہ ہو جائے تو فوراً استغفار کر لیں اس کی برکت سے گناہ چھوٹنے لگیں گے مگر آج کے مسلمان نے یہ طے کر رکھا ہے کہ گناہ کرنے بھی ہیں اور معاف بھی نہیں کروانے، آج کا مسلمان اللہ تعالیٰ سے معاف کروانے کی ضرورت نہیں سمجھتا اسی لئے گناہ نہیں چھوڑتا۔ ایک تو یہ کہ ریگ مال استعمال ہوتا رہے دوسری چیز یہ کہ روغن لگتا رہے اگر روغن نہیں لگایا تو دوبارہ جلدی زنگ پکڑ لے گا۔ لوہے کو ریگ مال سے صاف کر کے اگر روغن نہیں لگایا تو دوسرے تیسرے روز پھر زنگ چڑھ جائے گا۔ دل کا ریگ مال تو ہے استغفار اور اس کا روغن کیا ہے، کثرت ذکر۔ روغن سے دو فائدے ہوتے ہیں چمک دمک اور آیندہ کے لئے زنگ جلدی چڑھنے سے حفاظت۔ جس حد تک ہو سکے ذکر اللہ جاری رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿جددوا ایمانکم قیل یا رسول اللّٰہ کیف نجدد ایماننا؟ قال اکثروا من قول لا الٰہ الا اللّٰہ﴾ (احمد)

لا الٰہ الا اللّٰہ بار بار کہہ کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو، تجدید کرتے رہو۔ الحمد للہ! حالات پر سوچنے کی توفیق ہوتی رہتی ہے آج یہ خیال آیا کہ پوری تعمیر کی تجدید تو ہو رہی ہے ہم اپنے دل کی کیا تجدید کر رہے ہیں، دل کی تجدید، دل میں ایمان کی تجدید، اس کی رونق کس سے ہے کثرت ذکر سے، لا الٰہ الا اللّٰہ کے ذکر سے ایمان کی تجدید کرتے رہئے دل پر روغن چڑھاتے رہئے، روغن سے اس کی زینت بھی بڑھ جاتی ہے اور آیندہ گناہوں سے بچنے کے لئے استغفار بھی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں چیزوں کی توفیق عطاء فرمائیں۔

(۳۸) مردوں اور عورتوں کے رکوع میں فرق:

اس مسئلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے کہ عورتوں کا رکوع سنت

کے خلاف ہو رہا ہے۔ اسلام کی آسان سے آسان عبادت نماز ہے، سب سے زیادہ اہم بھی نماز ہے اور سب سے زیادہ آسان بھی نماز ہے اس کے باوجود رکوع ہی کرنا نہ آیا تو پھر کیا اسلام رہا، کہلائے مسلمان اور رکوع بھی کرنا نہ آئے، عوام کا تو کیا کہنا خواص الخواص لوگوں کی یہ حالت ہے۔ گھروں میں بہشتی زیور پڑھنے پڑھانے کا اہتمام رکھیں تاکہ مسائل کا علم ہو اور عبادات صحیح ہو جائیں۔ رکوع کا مسنون طریقہ اچھی طرح سمجھ لیں:

❶ پہلے مرد اور عورت کے قیام میں فرق سمجھ لیں، مرد جب کھڑا رہے تو جتنا فاصلہ اڑیوں کے درمیان میں ہوتا ہے اتنا ہی فاصلہ پنجوں کے درمیان میں رہنا چاہیے۔ یہ بھی بڑی غلطی ہے کہ مرد پاؤں سیدھے نہیں رکھتے، اڑیوں اور پنجوں کے درمیان فاصلہ برابر رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں گی، جس حد تک اعضاء کو قبلہ کی طرف سیدھا رکھیں گے اسی حد تک قلب اللہ تعالیٰ کی طرف سیدھا رہے گا، اعضاء کو قبلہ رخ رکھنے سے قلب پر اثر پڑتا ہے۔ عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ جس حد تک ہو سکے نماز کے اندر بھی نماز کے باہر بھی جسم سمٹا رہے سمٹ کر کھڑی ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ پاؤں اڑیاں آپس میں ملالے اگرچہ اس کے پنجے قبلہ کی طرف سیدھے نہ رہ سکیں، رکوع میں بھی عورت کی یہی ہیئت باقی رہے گی کہ اڑیاں ملی رہیں گی۔

❷ مرد رکوع میں جانے کے بعد پشت کو بالکل سیدھا کردے یہاں تک کہ سر، سرین اور پشت ایک سیدھ میں ہو جائیں۔ عورتیں پشت کو سیدھا نہیں کریں گی زیادہ نہ جھکیں محض اتنا جھکیں کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، گھٹنوں کو پکڑیں نہیں۔

❸ مرد رکوع میں پنڈلیاں اور گھٹنے سیدھے رکھے گا، کولہے کی ہڈی، گھٹنا اور ٹخنہ ایک سیدھ میں رہیں۔ عورت کے لئے یہ ہے کہ وہ گھٹنوں میں خم دے ذرا سا آگے کو جھکائے۔

❹ مرد ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر گھٹنوں کو پکڑے گا، پانچوں انگلیاں کھلی ہوئی ہوں اور گھٹنوں کو سامنے سے پکڑے رہیں، عورت کے لئے یہ ہے کہ وہ انگلیاں بند رکھے مطلب یہ کہ انگوٹھا اور انگلیاں ملی رہیں۔

❺ مرد رکوع میں بازوؤں کو بالکل سیدھا رکھے بازو پہلوؤں سے الگ رہیں۔ مگر عورتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ بازوؤں کو پہلوؤں کے ساتھ ملا کر رکھیں۔

(۳۹) تعمیر مکان پر خرچ ہونے والا مال باعث اجر نہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن اپنی حاجات میں جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر اسے ثواب ملتا ہے مگر جو خاک میں ڈال دیتا ہے اس پر ثواب نہیں ملتا (ترمذی، ابن ماجہ) مقصد اس کا یہ ہے کہ مکان کی تعمیر پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر اسے ثواب نہیں ملتا۔ گھر کی ضرورات کے لئے، اپنے اور اہل و عیال کے لباس پر، کھانے پر، علاج معالجہ پر جو کچھ خرچ ہوتا ہے اس پر اسے ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کیسا کرم ہے کہ خود ہی کھاؤ اور ثواب بھی کماؤ یہ بھی صدقہ ہے مگر فرمایا کہ اپنے لئے کوئی مکان بناتا ہے تو اس پر اسے ثواب نہیں ملتا۔ اب یہاں سوچنے کی بات ہے، لوگ کہتے ہیں کہ صاحب قرآن میں یوں لکھا ہے، حدیث میں یوں لکھا ہے، گھر بیٹھے بیٹھے قرآن وحدیث سمجھنے کے دعوے شروع کر دیتے ہیں، ذرا سی عربی زبان سیکھ لی تو محدث بن بیٹھتے ہیں حدیث میں یہ ہے قرآن میں یہ ہے۔ اس حدیث کے معنی تو میں نے بتا دیئے لیکن جب تک کوئی ماہر فن نہیں ہوگا، کسی استاذ کی صحبت نصیب نہیں ہوئی ہوگی، اہل اللہ کے پاس نہیں بیٹھا ہوگا وہ نہیں سمجھ سکتا کہ حدیث سے کیا مراد ہے۔ کیا مکان انسانی حاجت میں داخل نہیں؟ داخل ہے، مکان کی ضرورت مسلّم ہے اس کے بغیر گزارہ نہیں موسموں سے حفاظت، چوروں سے حفاظت اور مکان بنانے سے سب سے بڑا مقصد ہے عزت کی حفاظت۔ عزت کا مقصد تو آج کل کے مسلمان نے چھوڑ ہی دیا عزت تو جب محفوظ

رہے جب عورتیں گھر میں بیٹھیں مگر عورتیں گھر میں کم رہتی ہیں باہر زیادہ پھرتی ہیں، نہ عورتیں گھروں میں بیٹھیں نہ ان کے شوہر اور بھائی گھروں میں بیٹھنے دیں لئے پھرتے ہیں کتیا کی طرح گھماتے رہو۔ تو مکان بھی ضرورت کی چیز ہے مگر مکان پر خرچ کرنے سے ثواب نہیں ملتا، سنئے اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ مکان پر انسان عموماً ضرورت سے زیادہ خرچ کر دیتا ہے دوسری ضرورات کے مصارف میں ذرا کچھ اعتدال رہ بھی جاتا ہے کتنا بھی فضول خرچ ہو کتنا بھی اسراف کرنے والا ہو تین جوڑے کپڑوں کی بجائے دس جوڑے بنا لے گا تقریباً تین گنا اسراف کیا مگر مکان میں ایسا نہیں ہوتا مکان میں بہت فضول خرچی ہوتی ہے جہاں ہزار روپے سے کام چل سکتا ہے وہاں پچاس ہزار خرچ کر دیتے ہیں یہ مرض ہے انسان میں کہ پچاس گنا بلکہ سو گنا بھی زیادہ بہاتا ہے، شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو ضرورت کے مطابق خرچ کرے گا اس پر ثواب ملے گا اور جو ضرورت سے زیادہ خرچ ہو گا اس پر ثواب نہیں ملتا اس لئے فرمایا کہ مکان پر جو خرچ کرو گے اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ مکان میں جن چیزوں کا تعلق استحکام سے ہے جن سے بناء مضبوط ہوتی ہے وہ اگرچہ ضرورت میں داخل نہ ہو پھر بھی کچھ فائدہ تو ہوا یہ ضرورت میں اس لئے داخل نہیں کہ انسان کی عمر زیادہ سے زیادہ سو سوا سال ہو گی مگر عمارت اس طرح کی بناتے ہیں کہ قیامت تک پائیدار رہو اتنا زیادہ مضبوط کرنے کی فکر۔ استحکام کے لئے لکڑی کی حفاظت کے لئے در و دیوار کی حفاظت کے لئے تدابیر تو عقل میں آتی ہیں مگر ضرورت سے زائد تعمیر اور رنگ و روغن میں بہت فضول خرچی ہوتی ہے اس لئے فرمایا کہ اس میں ثواب نہیں۔

(۴۰) ذی الحجہ میں ناخن اور بال تراشنے کا حکم:

ذی الحجہ کے شروع میں لوگ ایک مسئلہ بہت پوچھتے ہیں کہ کیا ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ناخن کاٹنا، حجامت وغیرہ بنوانا جائز نہیں؟ اس بارے میں حدیث میں

ہے کہ جو شخص قربانی کرنا چاہے وہ ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں نہ ناخن ترشوائے نہ جسم کے کسی حصے سے بال لے (رواہ الجماعۃ الا البخاری) قربانی خواہ واجب ہو یا نفل دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے مگر اس میں تین شرطیں ملحوظ رہیں:

1. یہ حکم صرف اس شخص کا ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو۔
2. فرض و واجب بلکہ سنت مؤکدہ بھی نہیں صرف درجہ استحباب میں ہے۔
3. اس دوران ناخن اور بالوں کی صفائی پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے پائیں چالیس دن پورے ہونے پر بالوں کی صفائی واجب ہے۔

آج کل مرض یہ ہو گیا ہے کہ لوگ مستحب اور نفل چیزوں کے پیچھے تو بہت پڑتے ہیں مگر حرام سے نہیں بچتے، گناہوں کو نہیں چھوڑتے مثال کے طور پر اسی مسئلے کو لے لیں کہ ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایک مٹھی سے کم کرنا حرام ہے، بہت سخت گناہ ہے اس بارے میں تو مسئلہ نہیں پوچھتے اور ذی الحجہ میں حجامت نہ بنانے کا اتنا شور۔

(۳۱) نابالغ عقل کی علامت:

ہمارے مکان میں ایک چھوٹا سا پنکھا رکھا ہوا ہے جب پنکھا بند ہوتا ہے تو چھوٹی سی بچی قریب بیٹھ کر اس سے کھیلتی ہے، کھیلتے میں کہیں بچی کے سر میں پنکھے کی چابی لگ جاتی ہے تو وہ روتی ہے چیختی ہے تو پنکھے کو ذرا سا پیچھے ہٹا دیتے ہیں تاکہ سر کو نہ لگے لیکن وہ پنکھے کے ساتھ کھیلنے کی ہوس میں پھر آگے بڑھتی ہے اور پھر اسے ٹکر لگ جاتی ہے وہ پھر رونے لگتی ہے پھر ہٹا دیتے ہیں وہ پھر اس کے قریب جا کر ٹکر لگا رہی ہے رو رہی ہے۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوا کہ جن لوگوں کو دنیا کے حالات سے سبق حاصل نہیں ہوتا ان کی عقل بالغ نہیں ہوتی، یا اللہ! تو بالغ عقل عطاء فرما کہ حالات کو دیکھ کر سبق حاصل کریں۔

(۴۲) قدرت قاہرہ:

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت قاہرہ دکھانے کے لئے دنیا میں مختلف حالات پیدا فرماتے رہتے ہیں جہاں انسان پر اپنی عاجزی ظاہر ہوتی ہے تاکہ انسان یہ سمجھ لے کہ کوئی قدرت قاہرہ مجھ پر مسلط ہے اور میں اس کا محتاج ہوں۔ دنیا میں ایسے بہت سے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں مثال کے طور پر کوئی طیارہ گر کر تباہ ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ چلنے سے پہلے خوب دیکھ لیا گیا تھا، چلانے والے بہت ماہر تھے، جتنی احتیاطیں جتنی تدابیر ہو سکتی ہیں سب کر لی گئیں تھیں بلکہ بعض مرتبہ یہ بھی سننے میں آیا کہ طیارہ بالکل نیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ یہ بتانے کے لئے کہ ساری تدابیر ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں کوئی تدبیر کام نہ آسکی۔ اسی طرح ریل گاڑیوں کا تصادم ہو جاتا ہے حالانکہ سارے حفاظتی اقدامات کر لئے جاتے ہیں پھر بھی وہ ٹکرا جاتی ہیں۔ بعض امراض کے لئے بڑے بڑے ڈاکٹر اسپیشلسٹ جمع کر لئے جاتے ہیں دور دراز علاقوں میں جا کر علاج کروایا جاتا ہے مگر تمام اسباب کی موجودگی میں وہ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسباب کو سوخت کر کے بندے کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ نام کو تو یہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے مگر حقیقت میں عبدالاسباب ہے، دنیا بھر پر نظر جاتی ہے مگر اللہ پر نظر نہیں جاتی۔

(۴۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی بنیاد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین﴾ (رواہ البخاری ومسلم واحمد والنسائی وابن ماجہ)

"تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے

نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

ایمان کا مدار اور بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور محبت بھی اس درجہ میں جو حدیث میں بیان فرمایا۔ یہ محبت اس لئے ضروری ہے کہ اطاعت کا ذریعہ بنے، محبت کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اطاعت دو طرح ہو سکتی ہے ایک یہ کہ زبردستی سر پر ڈنڈا رکھ کر اطاعت کروائی جائے مگر یہ اطاعت کام کی نہیں کیونکہ جیسے ہی جبر کا آلہ سر سے ہٹا اطاعت ختم، دوسرے اطاعت محبت سے ہوتی ہے، جب محبوب کوئی کام کرنے کو کہتا ہے تو انسان تعمیل حکم میں لگ جاتا ہے، اطاعت صرف محبت سے ہو سکتی ہے۔ اور وہ اطاعت مطلوب کس طرح کی جائے اس کے لئے ایک رہنما کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا﴾ (۵۹-۷)

رسول تمہیں جو حکم دے اسے لے لو اور جس بات سے منع کرے رک جاؤ، اور فرمایا:

﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللہ﴾ (۴-۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس نے رسول سے محبت کی اس نے رسول کی اطاعت کی اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ محبت اور اطاعت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا ہونا عقلاً ممکن ہے کہ اس درجہ میں اللہ اور رسول کی محبت پیدا ہو جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممکن ہے بلکہ واقع ہے اس کے لئے چند مثالیں بتاؤں گا تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکے کہ کس طرح اپنی جان، اولاد اور والدین سے زیادہ رسول کی محبت ہو سکتی ہے۔

پہلی مثال:

کفار مکہ نے مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اس مقصد کے لئے تمام قبائل سے ایک ایک فرد کو لیا وہ تلواریں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر لیتے ہیں ادھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم فرما دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں لوگوں کی امانتیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آج تم میرے بستر پر سو جاؤ صبح کو امانتیں واپس کر کے مدینہ چلے آنا۔ اس وقت بستر نبوی پر سونا گویا اپنی موت کا استقبال کرنا تھا کیونکہ کفار مکان کو گھیرے ہوئے تھے اور قتل کا ارادہ رکھتے تھے، ایسے حالات میں بستر نبوی پر سونا کیا اس بات کا ثبوت نہیں کہ اپنی جان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ پیاری نہیں سمجھا جا سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا تامل تعمیل ارشاد کرتے ہیں اور صبح کو کفار بستر مبارک پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر اپنے منصوبے کی ناکامی پر جھنجلا اٹھتے ہیں۔

دوسری مثال:

غزوہ بدر کا موقع ہے، مسلمان اور کفار و مشرکین مکہ آمنے سامنے صف آراء ہیں، یہ کون لوگ ہیں ایک ہی خون ایک ہی خاندان کے افراد کچھ ادھر ہیں کچھ ادھر، باپ ادھر ہے تو بیٹا ادھر، ادھر بھتیجا ہے تو ادھر چچا، جنگ شروع ہوتی ہے تلواریں چلتی ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کفار مکہ کے ساتھ ہیں لڑائی ہو رہی ہے باپ بار بار سامنے آتے ہیں تو بیٹا پہلو بچا کر دوسری طرف نکل جاتا ہے والد پر تلوار نہیں اٹھ رہی، بعد میں جب وہ مسلمان ہو گئے اور کبھی بدر کا ذکر چھڑا تو والد سے کہتے ہیں کہ آپ بار بار میری زد میں آئے لیکن میری ہمت نہ ہوئی کہ آپ پر تلوار اٹھاؤں۔ حضرت

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ اگر میں تمہیں دیکھ لیتا یا سامنے پاتا تو یقیناً تمہیں قتل کر دیتا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ رسول کی محبت کے سامنے اولاد کی محبت ہیچ ہے۔

تیسری مثال:

تیسرا واقعہ سنئے، جنگ احد کا موقع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا، میدان جنگ سے دور ایک محب رسول ہیں اویس قرنی انہیں پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا مگر یہ نہیں معلوم کہ کون سا دانت مبارک شہید ہوا وہ اپنے سارے دانت اکھاڑ ڈالتے ہیں۔

چوتھی مثال:

جب ابوسفیان کو پتا چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو وہ مدینہ پہنچے کہ جا کر سفارش کروں گا کیونکہ ان کی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ ان کے پاس گئے، بیٹی نے کھڑے ہو کر ملاقات تو کی مگر والد کو بیٹھنے کے لئے نہیں کہا، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا جو ٹاٹ کا تھا ابوسفیان نے اس پر بیٹھنے کی کوشش کی تو بیٹی نے بستر نیچے سے ہٹا دیا ابوسفیان نے کہا کہ بیٹی میں مکہ کا سردار ہوں شاید تو اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھتی کیونکہ یہ ٹاٹ کا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ یہ بستر شاہ دوجہاں کا ہے میں کیسے گوارا کروں کہ اس بستر پر کوئی کافر بیٹھ جائے اس لئے میں نے بستر کو ہٹا دیا۔ یہ ہے اس کی مثال کہ رسول کی محبت کے سامنے والد کی محبت کالعدم ہے۔

پانچویں مثال:

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ ہے کہ وہ اپنے کھیت میں پانی دے رہے تھے اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا، یہ خبر سن کر انہوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دعاء کی کہ یا اللہ! اب مدینہ جاؤں گا تو وہ صورت مبارکہ مجھے دیکھنے کو نہیں ملے گی اس لئے تو میری بصارت لے لے۔ دعاء قبول ہوگئی بصارت سے محروم ہوگئے۔

یہ ہیں اہل ایمان، محبت جن کی رگوں میں خون بن کر دوڑتی تھی جو اپنا سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معمولی سے اشارے پر تج دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

(۳۴) دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر﴾ (مسلم)

حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی مختلف توجیہات اور مطلب بیان فرمائے ہیں اس وقت سب کا بیان کرنا مقصود نہیں ایک مختصر توجیہ جو اکثر حضرات نے بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ مؤمن کا دل دنیا میں نہیں لگا کرتا وہ اسے قید خانہ سمجھتا ہے وطن کی یاد اور اللہ کے دیدار کے شوق میں اداس رہتا ہے اور کافر کا دل دنیا کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معیار بیان فرما دیا۔ یہ سوچیں کہ اس معیار کے مطابق ہم مؤمن ہیں یا نہیں؟ کیا ہمارا دل چاہتا ہے کہ جلدی سے گھر پہنچ جائیں۔ اس کا مراقبہ کیا کریں اگر یہیں دل لگا ہوا ہے تو دل میں کوئی روگ ہے بیماری ہے اس کا علاج کروائیں۔ پرندوں کو کتنی ہی اچھی غذائیں کھلائیں محبت کریں مگر ذرا سا ہاتھ سے چھوٹیں تو اڑ جاتے ہیں وہ خود کو قیدی سمجھتے ہیں۔ مؤمن کی یہی مثال ہے خواہ وہ دنیا میں

کیسے ہی عیش و آرام میں ہو مگر وہ سمجھتا ہے کہ قیدی ہوں۔ جب مؤمن بوڑھا ہوتا ہے تو اسے مسرت ہوتی ہے کہ اب تو وقت قریب آرہا ہے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ طوطے کا پنجرہ ٹوٹنے والا ہو اسے زنگ لگ جائے تو اسے خوشی ہوگی بلکہ وہ دعاء کرتا رہے گا۔ مسلمان کی حالت یہ ہونی چاہئے۔ اسی لئے مسئلہ یہ ہے کہ میت کو گھر میں زیادہ دیر نہ رکھا جائے اس لئے کہ اگر وہ گنہگار ہے تو کیوں ایسے معذب کو اپنے درمیان رکھتے ہو اور اگر وہ نیک ہے تو وہ تو چلا رہا ہے کہ مجھے جلدی گھر پہنچا دو مگر لوگ عزیز و اقارب کی خاطر میت کو روکے رہتے ہیں یہ دوستی ہے یا دشمنی؟ میں نے یہ وصیت کی ہے کہ جب میری موت آئے تو میری میت کو کسی کے انتظار میں نہ رکھا جائے للہ! مجھ پر یہ احسان کیجئے (حضرت اقدس کا یہ وصیت نامہ چھپا ہوا ہے)

(۴۵) گھر جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں:

ہمارے ایک عزیز کا انتقال ہوا تو کسی نے کہا کہ یہ بے چارہ غریب تھا اب کچھ مالدار ہوا تو مر گیا اسے آرام کا موقع نہ ملا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ آرام کا وقت آیا تو چلے گئے کیا اللہ سے اتنے ناامید ہو گئے اس کے لئے دعاء کی جائے کیا جنت کے سامنے اس دنیا کے عیش کی کوئی حیثیت ہے؟ اسی طرح بعض لوگ کسی کی موت پر کہتے ہیں کہ "بے وقت مر گیا" اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت ہے کہ ایک کام کا وقت ابھی ہوا نہیں اور اللہ نے اس کا حکم دے دیا گویا نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ ظالم ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کیا گھر جانے کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے ہاں البتہ سفر میں جانے کے لئے وقت کے بارے میں سوچنا پڑتا ہے۔

(۴۶) شریعت پر عمل میں تاخیر کیوں؟:

ایک لڑکے نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس کے والد نے کہا کہ ابھی ڈاڑھی کیوں رکھی ہے

بڑے ہو کر رکھنا۔ گویا اس کے والد کے خیال میں بیٹے کی عمر بہت لمبی ہوگی اس لئے بعد میں مسلمان کی شکل بنانا ابھی ہندو بنو۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم بوڑھے ہو جائیں گے تو توجہ کریں گے۔ گویا کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ بوڑھے بھی ہوں گے۔ فرمایا:

﴿اذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون۝﴾

(۹۱-۲۹)

۴۷ برزخ اور حشر میں عباد صالحین کا ساتھ:

قرآن میں ایک دعاء ہے: وتوفنا مع الابرار۔ یا اللہ! ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دیجئے اس کا مقصد یہ نہیں کہ بہت سے نیک بندے ایک وقت میں مریں بلکہ مقصد یہ ہے کہ برزخ میں حشر میں نیکوں کا ساتھ ہو۔ ہر چیز کو حاصل کرنے کے طریقے ہوتے ہیں، اسے حاصل کرنے کا ایک طریقہ تو دعاء ہے، محض کوشش کریں اور توکل و دعاء نہ ہو تو اس میں کامیابی نہیں ہوتی، دعاء بھی کریں اور کوشش بھی کریں، کوشش کیا ہو کہ دنیا میں نیک لوگوں کا آپس میں اجتماع ہو جب یہ اجتماع رہے گا نیک لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو ان شاء اللہ قیامت کے دن بھی آپس میں اجتماع ہوگا۔

۴۸ قوم کے معنی:

جب سے پاکستان بنا ہے لوگ آپس میں یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کس قوم سے تعلق ہے۔ سوشلسٹ عناصر تو یہ کہتے ہیں کہ سندھی الگ قوم ہے پنجابی الگ قوم ہے، بلوچ اور پٹھان الگ الگ قومیں ہیں مگر اسلام کہتا ہے کہ قوموں کی تقسیم اسلام اور غیر اسلام کی بنیاد پر ہے۔ کسی ایک علاقے کے رہنے والوں میں ایک مسلمان ہے دوسرا کافر تو وہ ایک قوم نہیں دو الگ الگ قومیں ہیں اور دور دراز علاقوں میں رہنے والے

مسلمان ہیں تو علاقوں کی تقسیم اور فاصلہ کے باوجود وہ ایک قوم ہیں۔

(۴۹) عطر کے بعد گندگی:

ایک شخص نے آکر بتایا کہ ان کا بیٹا حافظ قرآن ہو گیا اور اب وہ میٹرک کر رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو عطر لگانے کے بعد اس پر گندگی ڈال دی۔

(۵۰) دنیا و آخرت کی راحت:

دنیا کی کسی بھی نعمت کے حصول کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سکون قلب اور راحت حاصل ہو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرتا اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا اللہ کے ساتھ محبت کا تعلق نہیں جوڑتا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بار بار اپنے فیصلے کا اعلان فرما رہے ہیں کہ اس کے دل کو کبھی سکون نہیں آسکتا۔ جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے اس کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ نافرمان کو سکون نہیں دیتا دنیا بھر کی دولت اس کے گھر میں ہو، دنیا بھر کی سلطنت پر فائز ہو مگر اللہ فرماتا ہے کہ یہ ساری چیزیں اسے استدراج کے طور پر ڈھیل کے طور پر دیتا ہوں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اسے سکون نہیں ملتا۔ خوب یاد رکھیں کہ دنیا اور آخرت کی راحت اسی وقت مل سکتی ہے جب دل میں اللہ کی محبت ہو اور دل میں اللہ کی محبت ہے یا نہیں اس کا معیار یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں چھوڑ دے۔

(۵۱) ہر وقت آخرت کا استحضار رہے:

ایک چیز کے بارے میں خیال ہوتا ہے کہ وہ آسان بھی ہے اور مشکل بھی کوئی فیصلہ نہیں کرپاتا۔ شرعاً و عقلاً دیکھا جائے تو بہت ضروری ہے اس لئے آسان بھی ہونی چاہئے کیونکہ جو چیز زیادہ ضروری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے آسان فرما دیتے ہیں مثلاً ہوا کی

بہت ضرورت ہے اس لئے ہر جگہ مفت ملتی ہے مگر اس چیز کے بارے میں لوگوں کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت مشکل ہے، وہ چیز یہ ہے کہ ہر وقت ہر حال میں دل میں آخرت کا خیال رہے، اہل وعیال کے ساتھ ہوں، کاروبار میں مشغول ہوں دنیا کی کوئی بھی مشغولیت ہو ہر حال میں توجہ اور دھیان اللہ کی طرف رہے، اس کام میں کوئی تکلیف کوئی مشقت نہیں، شریعت کے دوسرے احکام میں بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں، نماز پڑھیں تو کچھ کام کرنا پڑا، روزہ رکھیں گے تو جانی تکلیف اٹھانی پڑے گی اور حج میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور جسمانی مشقت بھی بہت ہے مگر اس کام پر نہ پیسا خرچ ہوتا ہے نہ بدن کو کوئی تکلیف ہوتی ہے، نہ دنیا کے کاموں کا کوئی حرج ہوتا ہے، دنیا کے کاموں میں مشغول رہیں اور یہ سوچتے رہیں کہ ایک دن یہاں سے چلے جانا ہے خیال کو اللہ کی طرف متوجہ رکھنا بہت آسان ہے مگر اکثر لوگوں کا دل ادھر متوجہ نہیں ہو پاتا۔ دنیوی کاموں میں مشغول ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں سوچتے بھی رہتے ہیں کہ یہ کام مستقبل کے لحاظ سے کیسا ہے اس کا کوئی ضرر تو نہیں اس فکر اس سوچ کی وجہ سے دنیا کا جو کام آپ کر رہے ہیں اس میں نقصان نہیں ہوتا تو یہ فکر کیوں نہیں ہوتی کہ دنیا کے کل کی تو فکر ہے مگر اس کے بعد یعنی قیامت کی فکر کیوں نہیں اگر ہم دنیا کے کاموں کے ساتھ ساتھ وہ فکر بھی پیدا کریں تو دنیا کا کوئی نقصان بھی نہ ہوگا جب کہ دنیا کی زندگی تو زندگی کہنے کے بھی لائق نہیں جیسے کوئی انسان فقر وفاقہ میں ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ اگر اس دنیا جیسی سات دنیا آپ کے پاس جمع کر دی جائیں تو بھی آخرت کے مقابلے میں وہ اس لائق نہیں کہ اسے زندگی کہا جائے۔ تو عقل سے معلوم ہوا کہ یہ بہت آسان ہے، قانون قدرت سے یہی معلوم ہوا کہ بہت آسان ہے مگر تجربہ پر آئے تو ثابت ہوا کہ بہت مشکل ہے، دماغ کو کھینچ کھینچ کر ادھر لے آتے ہیں مگر وہ پھر دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے، دل کو متوجہ کیا تو پھر دوسری جانب چلا گیا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اس طرح کیوں ہو رہا ہے؟ جب آپ غور کریں گے تو

معلوم ہوگا کہ کوئی کام بہت آسان ہو مگر آسان ہونے کے باوجود اس کی اہمیت نہ ہو تو وہ ہو ہی نہیں پاتا اور جس کام کی اہمیت دل میں ہوگی وہ مشکل ہونے کے باوجود کر لیا جاتا ہے۔

﴿۵۲﴾ ترجمہ قرآن پڑھنے والوں کا ایک مرض:

آج کل لوگوں کو ترجمہ قرآن پڑھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ ترجمہ میں احکام شرعیہ دیکھتے ہیں اور انہیں سمجھتے بھی نہیں اسی میں ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں مگر جو چیز اصل دیکھنے کی ہے اسے نہیں دیکھتے جیسے جنت کے حسین نظارے اور لذیذ نعمتیں، جہنم کی سختیاں، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صنعت کا تذکرہ ان کی طرف دھیان نہیں اور جہاں اللہ کی صنعت کی طرف دھیان گیا تو کیا کہنا، اس پر جب اللہ تعالیٰ بیان فرمانا شروع کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دل ودماغ پر قبضہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عجائب قدرت کو ذکر فرماتے ہیں بس پڑھتے چلے جائیے اور سر دھنتے چلے جائیے۔

﴿۵۳﴾ دنیا کی زیب وزینت سے سبق:

آج کل ہماری ایک بچی اپنے کرتے پر کڑھائی کر رہی ہے میں جب بھی اسے دیکھتا ہوں تو دل پر ایک چوٹ لگتی ہے کہ جب دنیا کی زیب وزینت پر اتنا وقت اتنی محنت کی جاتی ہے تو آخرت کو سنوارنے کے لئے کتنی زیادہ محنت کرنی چاہئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عورتوں کے لئے اس میں جواز نہیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آخرت کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی۔ میں اس سے روکتا نہیں ہوں کیونکہ یہ جائز ہے جو چیز ناجائز ہو اس سے تو اپنے بیوی بچوں کو روکنا چاہئے اور وہ جائز کام جن کی وجہ سے آخرت کی فکر کم ہونے لگے اس سے روکا نہ جائے بلکہ آخرت کی طرف توجہ دلائی جائے۔

۵۴ آخرت کی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے صبر:

بعض لوگوں کے بارے میں سنا ہے کہ ان کی کہیں شام کی دعوت ہے تو وہ صبح کو کم کھاتے ہیں کہتے ہیں کہ دعوت کا کھانا خوب کھائیں گے۔ افسوس ہے کہ آخرت کی خاطر دنیا میں کیوں صبر نہیں کیا جاتا کہ وہاں کیسی کیسی نعمتیں ہوں گی، دسترخوان چنے ہوئے ہوں گے، ارے! قرآن تو بھرا پڑا ہے ان نعمتوں کے تذکرے سے پھر انہیں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی فکر کیوں نہیں ہوتی۔

۵۵ دوران نماز وساوس کا علاج:

ایک شکایت عام طور سے ہوتی رہتی ہے کہ نماز میں وساوس بہت آتے رہتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو خیالات کو نماز میں لانا ہے اور دوسرے خیالات آنا ہے۔ خیالات کو نماز میں لانا جائز نہیں اور دوسری صورت یعنی خیالات کا آنا اس سے کوئی حرج نہیں بلکہ یہ تو بہت بڑی نعمت ہے کہ آپ رکوع وسجدے میں اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں نفس وشیطان آپ کو عبادت سے بہکانا چاہتے ہیں پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، یہ خیالات آپ کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر پاتے۔ خیالات کا نہ آنا مطلوب نہیں محمود ہے۔ نماز میں خشوع وخضوع رہے توجہ رہے اس کے لئے تین طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ جتنا تعلق بڑھتا ہے یہ درجہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق حاصل ہوتا ہے گناہوں کو چھوڑنے سے اور ہر کام میں توجہ اللہ کی طرف رکھے کھانا کھائیں تو اللہ کی طرف توجہ، بیوی کے حقوق اداء کریں تو اللہ کی طرف توجہ۔ اس کے ساتھ یہ کوشش بھی رہے کہ اللہ کی طرف جو توجہ ہے اس میں اضافہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں جس حالت میں ہوں اسی کو سوچیں۔ جب رکوع میں جائیں تو یہ خیال کریں کہ اللہ کے سامنے

جھک رہا ہوں، سجدے میں یہ خیال کہ اب اللہ کے سامنے سجدہ کر رہا ہوں اس کے علاوہ نماز میں جو کچھ پڑھیں اس کے معنی مطلب کو سمجھ کر پڑھیں اور اگر معنی معلوم نہ ہوں تو الفاظ پر توجہ رکھیں۔ تیسری چیز یہ کہ جب کھڑے ہوں تو سجدے کی جگہ پر نظر رہے، رکوع میں پیروں پر نظر رہے، سجدے میں ناک پر نظر رہے، التحیات میں گود پر نظر رہے۔ ان مقامات پر نظر جمانے سے توجہ اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ ایک تو ہے سجدے کی جگہ کو صرف دیکھنا دوسرے یہ کہ قصد کر کے اس جگہ کو دیکھنا قیام میں اتنا کافی نہیں کہ آنکھوں کا رخ ادھر کو رہے بلکہ اس جگہ کو دیکھے اس کے بعد رکوع میں سجدے میں التحیات میں یہی عمل کرتے رہیں تو یکسوئی پیدا ہوگی اور وساوس کم ہو جائیں گے۔

۵۶ تلاوت میں توجہ کا طریقہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاوت میں دل نہیں لگتا، ایسے ہی جو لوگ حفظ کرتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ دل نہیں لگتا خیالات آتے ہیں اس لئے حفظ نہیں ہو پاتا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جو لوگ عربی جانتے ہوں وہ اپنی توجہ معانی کی طرف کر دیں۔ جیسے اگر کسی حاکم کی طرف سے کوئی خط آئے تو جب تک اسے کسی سے پڑھوا نہ لیں سمجھ نہ لیں آرام نہیں آتا حالانکہ اگر حاکم سے کوئی انعام ملے تو وہ قلیل ہی ہے، قرآن مجید میں دنیوی مال کو "متاع قلیل" کہا گیا ہے اور ارشاد ہے کہ دین کو متاع قلیل کے عوض نہ بیچو یعنی جنت کے مقابلے میں یہ بہت قلیل ہے۔ دنیوی چیزوں پر انسان کی ملک دائمی نہیں جیسے کسی مسافر خانے کی چیزیں استعمال کو مل جائیں تو وہ عارضی ملکیت ہے۔ یوں سمجھیں کہ یہ احکم الحاکمین کی طرف سے آخرت کے انعام کو حاصل کرنے کا پیغام ہے، اللہ کے احکام معلوم کرنے کا پیغام ہے۔ غرض یہ کہ جو لوگ معنی سمجھتے ہیں وہ اس پر توجہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں، وہ حاکم اعلیٰ ہیں محبوب حقیقی ہیں اس طرف پوری توجہ

رہے کہ وہ کیا فرمارہے ہیں۔ اور اگر معنی نہ آتے ہوں تو یہ خیال کرے کہ یہ محبوب کا کلام ہے جسے وہ سن رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی شاعر اگر اپنے کلام کو دوسروں سے سن لے تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب ہیں ہم جب ان کا کلام انہیں سنائیں گے تو وہ تو شکور ہیں وہ کتنے خوش ہوں گے اس کے باوجود اگر پڑھنے والا کہیں اور متوجہ رہے تو یہ کتنی محرومی کی بات ہے۔

(۵۷) گناہوں کے وساوس ایمان کی علامت:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ گناہوں کے وساوس بہت آتے ہیں۔ اس بارے میں یہ سمجھ لیں کہ گناہوں کے وساوس آئیں مگر ان پر عمل نہ کرے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے دل میں ایسے خیالات آتے ہیں کہ اگر ان پر عمل کرلیں تو ہم جل کر خاک ہوجائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایمان کی علامت ہے۔

دوسری بات یہ کہ چور وہاں جاتا ہے جہاں کچھ ہو، نفس و شیطان تو وہاں جاتے ہیں جہاں کچھ خزانہ ہو اور جہاں کچھ ہے ہی نہیں اسے تو وہ اپنا بھائی سمجھتے ہیں وہاں تو شیطان متوجہ ہوتا ہی نہیں۔ جن کے پاس کچھ خزانہ ہو ان کے خلاف اگر کسی وقت نفس و شیطان بظاہر کامیاب ہو بھی جائیں تو وہ درحقیقت کامیاب نہیں ہوتے اس لئے کہ گناہ کے بعد جب وہ اللہ کے حضور ندامت سے رو رو کر آہ و زاری کرتا ہے تو شیطان پھر نیچے وہ اوپر اس طرح آیندہ کے لئے شیطان کی ہمت پست ہوجاتی ہے وہ کان پکڑتا ہے کہ اس سے گناہ کروانے سے تو اس کے درجات میں اور ترقی ہوتی ہے۔ ایسا انسان نفس و شیطان کے ساتھ جہاد کررہا ہے اور نفس و شیطان کے تقاضوں کو روندتا چلا جارہا ہے اللہ کے قرب کے درجات طے کرتا چلا جارہا ہے۔

۵۸ رونا زندگی کی علامت:

ہمارے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب لوگ منتظر ہوتے ہیں کہ وہ کب روئے گا۔ گویا کہ انسان کا رونا دنیا کی زندگی کی علامت ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں رونا آخرت کی زندگی کی علامت ہے۔ اس سے وہ لوگ پریشان نہ ہوں جو یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم رونا چاہتے ہیں مگر رونا نہیں آتا۔ ایسے میں شکل بنانے پر بھی وہی اجر ملتا ہے جو رونے والوں کو ملتا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک بار اپنے بچے کو اپنے استاذ حضرت مولانا سید اصغر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس لے گیا اور عرض کیا کہ یہ روتا بہت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رونا تو ہم بڑوں کو چاہیے تھا کم از کم بچے کو تو رونے دیں۔

۵۹ مزینات دنیا سے حفاظت کی دعاء:

زلیخا کے حملے کے بارے میں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اصب الیھن واکن من الجھلین ۝﴾ (۱۲-۳۳)

قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ لیا کریں البتہ اس میں مسائل عام لوگ نہ دیکھیں کیونکہ سمجھ نہ سکیں گے اور اگر دیکھیں تو کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔ دوسری چیزیں عبرت کے قصے، قیامت کے حالات، اللہ کے ساتھ تعلقات اور التجائیں دعائیں انہیں خوب دیکھا کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کی مزینات نے مجھ پر حملہ کیا ہے اگر تو مجھے نہ بچائے گا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ یہاں یہ سوچیں کہ ہمیں تو پوری دنیا گھیرے ہوئے ہے، ہزاروں چیزیں گناہوں کی طرف دعوت دینے والی ہیں ہم تو ان سے زیادہ محتاج ہیں، یا اللہ! اگر تو دستگیری نہ فرمائے تو ہم غرق ہو جائیں گے۔

⑥ مؤمن کی حالت:

مؤمن کی حالت تو یہ ہونی چاہئے۔

ہمہ شہر پر زخوبان منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بکس نگاہے

کیا کروں کہ یہ یک بین آنکھ اپنے محبوب حقیقی کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتی۔ وہ کیسے مؤمن ہیں جو اللہ پر ایمان کا دعوی بھی کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے رہتے ہیں کہ اگر فلاں حکم شریعت پر عمل کیا تو فلاں ناراض ہوجائے گا، اللہ کا فلاں حکم مان لیا تو فلاں ناراض ہوجائے گا۔ بعض لوگوں کو ایک چیز کی دو نظر آتی ہیں اسے عربی میں "احول" اور اردو میں "بھینگا" کہتے ہیں، یہ سوچئے کہ ایک کے دو نظر آنے کو تو بیماری کہتے ہیں اگر ایک کے ہزاروں نظر آئیں تو کیا یہ بیماری نہ ہوگی۔

⑥ بظاہر عذاب باطن رحمت:

ابھی چند روز ہوئے میں جب تلاوت کر رہا تھا تو دل میں خیال آیا کہ آج کی تلاوت میں کوئی عجیب بات القاء فرمادیں کچھ سمجھادیں۔ میں بغیر سوچے روانی سے تلاوت کر رہا تھا تو یہ آیت سامنے آگئی:

﴿باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب ۝﴾ (۵۷-۱۳)

منافقین سے متعلق ارشاد ہے کہ وہ مؤمنین سے کہیں گے کہ تم ٹھہرو ہم تمہارے ساتھ چلیں گے، آگے چل کر مسلمان جس باغ میں داخل ہوں گے وہ تو رحمت ہے مگر ان منافقین کو عذاب معلوم ہوگا۔ میں نے سوچا کہ دنیا میں دین پر عمل کرنے کا بعینہ یہی حال ہے، مثال کے طور پر آج کل ڈاڑھی رکھنا بظاہر عذاب ہے کیونکہ لوگ مذاق اڑاتے ہیں مگر جو حکم شریعت پر عمل کر رہا ہے اس کے لئے رحمت ہے۔

۶۲ بالوں میں خضاب لگانا:

ایک شخص بار بار کہتے ہیں کہ تہجد کے لئے اٹھا نہیں جاتا ایک بار تو رو دیئے میں نے ان سے کہا کہ یہ جو تم نے ڈاڑھی پر خضاب لگا رکھا ہے اسے تو چھوڑ دو، شیطان جو پیٹھ پر سوار ہے اسے تو پہلے گرا دو ۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
کہ اس سے ہے کشتی شمنی عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

اس کمبخت کو کچھ تو تکلیف پہنچاؤ اگر ایک مرتبہ اسے کشتی میں مار گرایا تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپ زیادہ تر اسے گرائیں گے حتی کہ آخر میں آپ ہی غالب رہیں گے۔ وہ کہنے لگے کہ خضاب کی اجازت دے دیجئے کیونکہ میں بیوی کی وجہ سے مجبور ہوں، وہ نہیں مانے گی۔ میں نے ان سے کہا کہ فرض کریں اگر کسی کی بیوی شوہر سے یہ کہے کہ میں تمہاری محبت کا یقین اس وقت کروں گی جب تم تنور میں چھلانگ لگاؤ گے تو کیا شوہر ایسا کر لے گا؟ یہ سوچیں کہ بیوی ہمیں جہنم میں پھینک رہی ہے یہاں کی دیا سلائی کو تو برداشت کر نہیں سکتے جہنم کو کیسے قبول کرتے ہیں؟ وہ بیوی جو یہ کہتی ہے کہ ڈاڑھی نہ رکھو یا خضاب لگاؤ یا دوسرے گناہ کرو وہ تو گویا آپ کو جہنم میں دھکیل رہی ہے۔ یہاں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ شوہر بیوی کے لئے یا بیوی شوہر کے لئے بالوں میں سیاہ خضاب لگا سکتی ہے یہ بات صحیح نہیں بالوں میں سیاہ خضاب لگانا حرام ہے اور جو شخص بالوں میں سیاہ خضاب لگائے گا وہ جنت سے اتنی دور رہے گا کہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

۶۳ دین رحمت ہے:

دین ایک قلعہ ہے جو اس قلعہ کے اندر ہے وہ رحمت میں ہے اور جو اس قلعہ سے باہر ہے گا وہ عذاب میں ہوگا۔ دنیا میں لوگوں کے حالات دیکھ کر آپ چند روز میں اس کا اندازہ کر سکیں گے کہ بڑے بڑے بادشاہ اور وزراء دنیا میں ہی عذاب میں ہیں انہیں نیند کے لئے خواب آور گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ آپ صرف تجربے کے لئے کچھ دن تک دیندار بن کے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ دین رحمت ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں بڑا مکان ہو، بلند بنگلے ہوں، گاڑیاں ہوں، نوکر چاکر ہوں تو یہ راحت کے سامان ہیں مگر اصل راحت تو یہ ہے کہ سکون قلب ہو ورنہ پریشانی ہی رہے گی راحت نصیب نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک بادشاہ ہے جس کے خادم وغیرہ ہر وقت ساتھ رہتے ہوں مگر اس کے سر میں شدید درد ہو اور اس کا علاج نہ ہوتا ہو تو کیا اس بادشاہ کو راحت ہوگی؟ اللہ کی ناراضی گویا ایک دردِ سر ہے ؎

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکر گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا
بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا غمکدہ ہے میں نے اس دنیا میں ہر ایک کو پریشان پایا البتہ وہ جس نے دنیا کی عقل کو چھوڑ کر آخرت کی عقل سے کام لیا تو اسے شادماں پایا۔ بقول حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ گوبر والی عقل کو چھوڑا تو شادماں ہوا۔

(۶۴) ایمان کی خبرلیں:

مؤمنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿والذین اٰمنوا اشد حبا للہ﴾ (۲-۱۶۵)

مؤمن کو اللہ کے ساتھ اتنی محبت ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے دنیوی محبوبوں سے اتنی محبت نہیں۔ حب مال اور حب جاہ کا عاشق تو موت کے کنویں میں گھس گھس کر موٹر سائیکل چلائے ایسے میں وہ مؤمن ذرا اپنے ایمان کی خبرلیں کہ جو فجر کی نماز کے لئے اٹھنے کی تکلیف بھی نہیں کرتے۔

(۶۵) انسان کی عبادت کی مثال:

انسان کی عبادت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ کا محل بن رہا ہو اس میں بادشاہ کے مقربین قرب حاصل کرنے کے لئے کام کر رہے ہیں کوئی بہترین شیشے تو کوئی سنگ مرمر پیش کر رہا ہے ایسے میں ایک بھنگی اپنا سڑا ہوا بانس لے جا کر پیش کرتا ہے کہ اسے بھی محل میں کہیں لگا دیں۔ اسی طرح انسان کتنے ہی اخلاص سے عبادت کرے مگر اللہ کی جلالت شان کے مقابلے میں یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بھنگی کا بانس بادشاہ کے محل کے لئے۔ اللہ سے قبول کی امید تو رکھے مگر یہ یاد رہے کہ ہمارا ہر عمل ناقص ہے ہم مجسمہ نقص ہیں ہم کیا اور ہمارا عمل کیا۔ یا اللہ! ہم آپ کے سامنے اپنا ناقص عمل پیش کرتے ہیں ہم ناقص سہی مگر تو تو کامل ہے یا اللہ! اس ناقص عمل کو کامل سے بدل دے اور اسے کامل قبول سے نواز دے۔

(۶۶) ایک سفر سے دو سبق:

ایک بار کہیں سفر پر جا رہے تھے، راستے میں اشتباہ ہو گیا تو کسی سے راستہ پوچھا اس

نے بلا تحقیق غلط راستہ بتادیا اس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی۔ اس سفر سے دو سبق حاصل ہوئے، ایک یہ کہ دنیا میں راستہ چلنے کے لئے کسی رہبر کی ضرورت پڑتی ہے لیکن اگر وہ رہبر کامل نہ ہو تو بہت پریشانی اٹھانی پڑتی ہے اس لئے فرمایا ۔

اے بسا ابلیس روئے آدم است
پس بہر دستے نباید داد دست

یہی دین کا معاملہ ہے، دین پر عمل کرنے کے لئے نفس کی اصلاح کے لئے بھی کسی رہبر کامل کی ضرورت ہے۔ اس معاملہ میں لوگ بہت غفلت برتتے ہیں اکثر کو تو اس طرف توجہ ہی نہیں کہ اپنی اصلاح کروائیں اور جنہیں کچھ توجہ ہو جاتی ہے تو وہ رہبر کی تلاش و جستجو نہیں کرتے بس جلدی سے جو بھی مل جائے حالانکہ دنیوی معاملات میں تو خوب چھان پھٹک کی جاتی ہے بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ کسی ڈاکٹر سے جسمانی امراض کا علاج کرواتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس کے پاس کون سی ڈگری ہے کہیں یہ فٹ پاتھ کا ڈاکٹر تو نہیں اور اس کے پاس جو مریض آتے ہیں ان میں اکثر شفاء یاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ دنیا کے معاملہ میں اتنے محتاط ہیں دین کے معاملہ میں محتاط کیوں نہیں؟ کل ہی ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے فلاں پیر صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کر لیا ہے اور ان کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کر رہا ہوں جس کی وجہ سے مجھے بہت عجیب عجیب منظر نظر آرہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی خیر خواہی کے لئے کہہ رہا ہوں کہ اسے چھوڑ دو یہ دیوانگی کی ابتداء ہے ابھی چھوڑ دو ورنہ بعد میں نہ چھوٹ سکے گا۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک ذاکر نے لکھا کہ میں جب بند کمرے میں ذکر کرتا ہوں تو مجھے تارے نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا ویسا مصلح ہوتا تو کہتا کہ یہ ہمارے تعلق اور ذکر کا نتیجہ ہے مگر وہ حکیم الامۃ تھے انہوں نے فرمایا کہ فوراً ذکر موقوف کر دو اور کسی دماغ کے طبیب کی طرف رجوع کرو تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے۔

دوسرا سبق یہ حاصل ہوا کہ کسی اہم مقصد کے لئے بڑی سے بڑی مشقتیں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سفر میں اگرچہ ہمیں بہت تکلیف ہوئی لیکن چونکہ ایک اہم مقصد کے لئے سفر کر رہے تھے اس لئے تکلیف کا احساس نہ ہوا بعینہٖ یہی حالت آخرت کے معاملہ میں ہے کہ دین پر عمل کرنے میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ اٹھانی پڑیں لیکن جنہیں فکر آخرت ہوتی ہے وہ ان تکلیفوں کو خاطر میں نہیں لاتے کیونکہ ایک اہم مقصد ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔

(۶۷) حالت عذاب میں مسلمان کی غفلت:

اللہ تعالیٰ جب مشرکوں کے حالات ذکر فرماتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ جب وہ دریا میں کشتیوں پر سوار ہوتے اور ان کی کشتیاں ڈوبنے لگتیں تو وہ آہ وزاری کر کے ہم سے فریاد کرتے ہیں جب ہم انہیں بچا لیتے ہیں تو وہ پھر اپنی سرکشی میں لگ جاتے ہیں۔ وہ مشرکین تو جھوٹا وعدہ کر کے فریاد کرتے تھے مگر آج کا مسلمان تو حالت عذاب میں بھی گناہ کر رہا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج کل جو سیلاب آیا ہوا ہے اس سیلاب میں گھرے ہوئے لوگ بھی ریڈیو کھول کر گانا سننا شروع کر دیتے ہوں گے گویا کہ یہ مطلب ہے کہ مریں تو گانا سنتے مریں۔ جب سے سیلاب آیا ہے میرے پڑوس میں دونوں طرف ہر وقت زور زور سے گانے بجائے جا رہے ہیں گویا کہ یہ عذاب ایک غنیمت ہے یہ نکلنے نہ پائے۔ آج تو یہ حالت ہے کہ اس سیلاب سے بچنے والے اپنے گھروں میں لگی ہوئی تصویریں سب سے پہلے اتار کر ساتھ لیتے ہیں یہ وہی چیز ہے جو اللہ کے عذاب کو دعوت دیتی ہے مگر یہ اسے نہیں چھوڑتے۔

روزانہ اپنے حالات کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ زندگی بھر میں ہم پر اتنی مرتبہ مصائب آئے اور اس کے بعد راحت ملی تو اس کے بارے میں یہ سوچ لیں کہ کہیں یہ اس آیت کا مصداق تو نہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو

مصائب میں رکھا تاکہ یہ میری طرف رجوع کرے۔ ایسا تو نہیں کہ ہم نے مصائب کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کیا اور بیماری کے بعد تندرستی، فقروفاقہ کے بعد مال ودولت کی فروانی غرض ہر مصیبت کے بعد جو خوشحالی ہوتی رہی کہیں ڈھیل تو نہیں۔ تکلیف تو اس وجہ سے بھیجی جاتی ہے کہ اللہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تکلیف سے ایک تو اس لئے نجات دیتے ہیں کہ میرا بندہ میری طرف متوجہ ہے اسے اب اس مصیبت سے چھٹکارا دے دیا جائے۔ دوسری وجہ تکلیف دور کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ وہ خوب خوشحالی میں رہے خوب کھل کر گناہ کرے اور پھر اللہ اس کی گرفت کرلے۔ روزانہ ان دونوں قسموں سے متعلق سوچ لیا کریں۔

اگر کسی کی اصلاح ہو رہی ہے حالات بہتر ہو رہے ہیں تو پھر تکلیف بھی نعمت اور راحت بھی نعمت۔ دوسری چیز، ایک بڑا عجیب معیار ہے کہ اگر کسی کو یہ خطرہ ہو جاتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ استدراج ہو کہیں یہ رحمت کے بجائے عذاب تو نہیں۔ اگر یہ خطرہ رہے اور ڈر لگا رہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کیونکہ اگر یہ رحمت نہ ہوتی تو یہ فکر ہی نہ ہوتی جس پر عذاب ہوتا ہے وہ فکر مند نہیں ہوا کرتا، لیکن یہ خوب سمجھ لیں کہ یہ خیال زندگی بھر میں ایک بار آنا کافی نہیں بلکہ بار بار یہ خطرہ لگا رہے۔

﴿۶۸﴾ اشارہ ان کا کافی ہے:

دنیا میں عبرت کے اسباق بہت ملتے رہتے ہیں، ایک شخص نے کسی کے بارے میں بتایا کہ فلاں صاحب اتنے ہوشیار ایسے دماغ والے انہوں نے بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کی ہوئی ہیں ہمیشہ اول نمبر پر آتے رہے اتنے امتحان امریکا میں پاس کئے اتنے فلاں جگہ پر اور اب ان کے دماغ میں کچھ ایسا خلل پیدا ہو گیا ہے کہ نفسیاتی ہسپتال میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہے انسان کے کمال کی حقیقت کہ بس ذرا سی چول ڈھیلی ہوئی اور سب کچھ ختم، بڑی بڑی ڈگریاں لینے والے، بڑے بڑے دماغوں والے فلاسفر حیوان سے

بدتر ہو جاتے ہیں بس ذرا سی چول ڈھیلی ہو جائے، سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ۔

(۶۹) جھینگا حرام ہے:

ایک ڈاکٹر نے لکھا ہے کیکڑا اور جھینگا ایک ہی ہوتے ہیں اور احمق نے دلیل یہ دی کہ جب جھینگا حلال ہے تو کیکڑا بھی حلال ہے حالانکہ کہنا تو چاہئے تھا کہ جب کیکڑا حرام ہے تو جھینگا بھی حرام ہے، مگر اس ڈاکٹر کا دماغ بھی کیکڑے کی طرح ٹیڑھا تھا۔ ٹیڑھی چال والے کیڑے نہ کھایا کریں جھینگا و ینگا حرام ہے، یہ مچھلی نہیں کیڑا ہے۔ تمام ماہرین حیوانات اس پر متفق ہیں، تشریح الابدان کے تمام ماہرین کا اجماع ہے کہ جھینگے کا مچھلی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس بات کی تحقیق کے لئے ہم نے ایک ماہر فن ڈاکٹر کو یہاں بلوایا تو انہوں نے کہا کہ اگر انسان کو گدھا کہہ دیا جائے تو اتنا تعجب نہیں جتنا جھینگے کو مچھلی کہنا تعجب کی بات ہے، انسان کو سانپ کہہ دیں تو اتنا تعجب نہیں جتنا جھینگے کو مچھلی کہنا تعجب کی بات ہے۔ جھینگا مچھلی نہیں ہو سکتا، مچھلی اور جھینگے کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ ایک جانور ہیں ریڑھ کی ہڈی والے اور دوسرے وہ جن میں ریڑھ کی ہڈی نہیں، حیوانات کی تقسیم اولاً یہیں سے چلتی ہے۔ جن میں ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے وہ تو عام جانور کہلاتے ہیں اور جن میں ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی وہ کیڑے کہلاتے ہیں۔ انسان، گدھا اور سانپ ایک جنس کے جانور ہیں جن میں ریڑھ کی ہڈی ہے، جھینگے میں ریڑھ کی ہڈی نہیں اس لئے وہ کیڑوں میں شامل ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ مانتے نہیں کھاتے رہتے ہیں تو اس بارے میں حدیث میں ہے کہ آخر زمانے میں لوگ جس چیز کو کھانا چاہیں گے اس کا نام خود ہی رکھ لیا کریں گے۔ نام رکھ لو اور کھاتے جاؤ۔

⑦⓪ ہجرت ذریعہ وسعت:

شادی کے سلسلے میں لوگ کہتے ہیں اگرچہ کہنے والے کم ہیں لیکن بہرحال کہتے ہیں دیندار رشتہ نہیں ملتا۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کے یہاں سوال ہوگا کہ تم نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے محدود علاقے سے ہجرت کیوں نہیں کی؟ جس علاقے میں آپ کو دیندار رشتہ نہیں ملتا۔ اس سے تجاوز کرکے آگے بڑھئے: ارض اللّٰہ واسعۃ، اللہ کی زمین تو بہت وسیع ہے۔ اسی طرح تجارت، معاملات، تعلقات اور رشتے ناتے ان سب پر اگر آپ یہ پابندیاں لگائیں گے کہ اپنے ہی خاندان میں ہو، اپنے ہی احباب میں ہو، اپنے ہی ملک میں ہو، اپنے ہی شہر میں ہو اور آپ کو وہاں دیندار لوگ نہیں مل رہے تو آپ کہیں کہ چلو بے دین لوگوں ہی سے کرلو تو جب موت کا فرشتہ جان نکالے گا تو پوچھے گا: الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ تم جو کہتے تھے کہ ماحول نہیں مل رہا تھا تو تم نے ماحول کی حد بندی کیوں کر رکھی تھی کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی؟ نکلئے باہر اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے، خود ہی اس کے دائرے بنالیتے ہیں، اپنی طرف سے جو قیود لگا رکھی ہیں پابندیاں لگا رکھی ہیں اسے چھوڑ دیں مسلمان کو دیکھیں، ہر قسم کے تعلقات، معاملات، تجارت، ملازمت، وغیرہ کے لئے خود ساختہ پابندیاں ختم کردیں پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کی وسعت کس قدر ہے۔

⑦① قرآن کی قدر کریں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الرحمٰن ۝ علم القراٰن ۝﴾ (۵۵-۱،۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تعلیم القرآن کا ذکر فرمایا ہے اور اپنے لئے رحمٰن کا نام تجویز فرمایا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تعلیم قرآن بہت بڑی نعمت ہے اس لئے

اللہ تعالیٰ نے تعلیم قرآن اپنے ناموں میں سے رحمٰن کو تجویز فرمایا، وہ رحمٰن ہیں اس لئے انہوں نے قرآن کی تعلیم دی یہ ان کی بہت بڑی رحمت ہے۔ یہ دستور ہے کہ جس چیز کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ چیز زیادہ دستیاب ہوتی ہے، کسی چیز کا آسان ہونا اس کی دلیل ہے کہ اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے مثال کے طور پر زندگی کے لئے ہوا کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اس لئے ہوا کا حصول اتنا ہی آسان ہے، ہوا کے بعد پانی کا درجہ ہے پھر خوراک کا اور قیمت نایاب جواہر پر انسانی زندگی موقوف نہیں اس لئے وہ بہت کمیاب اور گراں ہوتے ہیں۔ اب اس مثال کو سمجھنے کے بعد تعلیم القرآن کو دیکھئے جس محلے میں جس مسجد میں جائیں وہاں تعلیم قرآن کا سلسلہ ملے گا کہیں دور دراز کا سفر کئے بغیر یہ سہولت میسر ہو جاتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن مجید کا ناظرہ پڑھنا یا حفظ کرنا بہت آسان ہے، اتنی بڑی کتاب اگر مادری زبان میں بھی ہو تو اسے اتنی آسانی سے حفظ نہیں کر سکتے جب کہ قرآن مجید کو ڈھائی تین برس میں حفظ کر لینا تو عام معمول ہے اور چار پانچ مہینوں میں بھی حفظ کرنے والے موجود ہیں اس کا آسان ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور یہ ضرورت آخرت کے لئے ہے جو وطن اصلی ہے اس اہمیت کی وجہ سے اسے بہت زیادہ آسان بنا دیا ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھئے کہ اس اتنی اہم اور آسان نعمت کی مسلمان کیا قدر کر رہے ہیں کہ قرآن حفظ کرنے کے لئے ایسے بچے کو منتخب کیا جاتا ہے جو بے کار ہو اپاہج ہو اور جس بچے میں کچھ قابلیت ہو اسے اسکول میں پڑھاتے ہیں۔ اس بارے میں ڈرنا چاہئے کہ اس بے قدری کی آخرت میں پوچھ ہوگی۔ اس کے علاوہ قرآن کو صرف پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے، پوری زندگی قرآن کے مطابق بنائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن آخرت میں ہمارے لئے حجت بننے کی بجائے ہمارے خلاف حجت نہ بن جائے۔

(۷۲) برکات رمضان:

آج صبح سے یہ دعاء ہو رہی ہے کہ یا اللہ! اس رمضان کی برکات سے ہمارے قلوب کو منور فرمادے، یا اللہ ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمادے روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہ لی وانا اجزی بہ اس سے مقصد یہ ہے کہ دوسری عبادات میں ریاء کا شائبہ ہے لیکن روزے میں اگر کوئی ریاء کرنا چاہے تو بھی کر نہیں سکتا۔ یا اللہ! ہمیں اس کا مصداق بنادے۔ اور فرمایا:

﴿الصیام جنۃ﴾ (متفق علیہ)

روزہ جہنم سے بچنے کے لئے ڈھال ہے، یا اللہ! اسے ہمارے لئے ڈھال بنادے۔ اور اس کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ قلب کے لئے روغن کا کام دیتا ہے اس سے قلب میں جلاء پیدا ہوتا ہے اسے تخلیہ و تجلیہ کہا جاتا ہے۔ یا اللہ! اس رمضان کو ہمارے لئے تخلیہ و تجلیہ بنادے۔ یا اللہ! تیرے علم میں روزے میں جتنی حکمتیں ہیں وہ ساری کی ساری ہمیں عطاء فرمادے اور ہمیں اس کا مصداق بنادے۔

(۷۳) نکاح کے موقع پر دو بدعات:

ایک مولوی صاحب نے مجھے شادی میں شرکت کا دعوت نامہ بھیجا جس میں دعوت طعام بھی تھی۔ میں نے انہیں مسئلہ بتایا کہ اس میں دو بدعتیں ہیں ایک دعوت نامہ اور دوسرے طعام یہ بدعات کیوں کیں؟ وہ کہنے لگے کہ یہ تو حدیث میں ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ حدیث میں دعوت نامہ نہیں بلکہ اطلاع نامہ ہے، آپ بھی اطلاع دے دیتے بلایا کیوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین و تبع تابعین کی زندگیاں تو احادیث کی عملی تفسیر ہیں انہوں نے حدیث کا یہ مطلب کیوں نہ سمجھا جو آپ سمجھ گئے اور اگر انہوں نے یہ مطلب سمجھا تو اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کیا؟

(۷۴) شیطانی وسوسے کا علاج:

سفرِ حج پر جانا ہوا تو جانے سے پہلے خیال تھا کہ وہاں جا کر خوب عبادت کریں گے مگر اللہ جو چاہیں کر سکتے ہیں وہاں جا کر یہ معاملہ ہوا کہ جو یہاں دائمی معمولات تھے جو عمر بھر میں کبھی نہ چھوٹے تھے وہ بھی سفر میں چھوٹ گئے۔ اس بارے میں یہ خیال آتا رہا کہ شاید یہ سفر مقبول نہیں، شیطان بار بار یہ وسوسہ دل میں ڈالتا رہا۔ ایسے مواقع میں اہل اللہ کے ساتھ تعلق کام آتا ہے اور اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے۔ اس وقت یہ خیال آیا کہ معمولات میں کمی غفلت کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض عوارض کی بناء پر ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے اور ارشادات کام آئے کہ سفر یا کسی اور عارض کی وجہ سے انسان کوئی کام نہ کر سکے تو اسے پورا پورا ثواب ملتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ ہوتا تو دل میں اس کا افسوس نہ ہوتا، دل میں اس قدر افسوس، اضطراب اور فکر کو دیکھ کر اطمینان ہوا کہ ان شاء اللہ یہ سفر مقبول ہے۔ ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ایسے واقعات سب کے ساتھ پیش آتے ہی رہتے ہیں شیطانی وساوس سے پریشان ہونے کی بجائے اپنے کام میں لگے رہیں ۔

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری
نہ پڑ امر غیر اختیاری کے پیچھے
عبادت کیے جا مزا گو نہ آئے
نہ آدھی کو تو چھوڑ ساری کے پیچھے

(۷۵) بعض حجاج کا غلط طرزِ عمل:

جو حضرات سفرِ حج پر جاتے ہیں ان میں اکثر لوگ اپنے ذاتی مصارف جیسے رہائش

اور خوراک وغیرہ میں بخل کرتے ہیں اور پیسے بچا کر زیادہ سے زیادہ خریداری کرتے ہیں۔ ایک شخص نے وہاں مجھ سے مسئلہ پوچھا کہ میں نے ریڈیو اور گھڑیاں وغیرہ خرید لی ہیں اب میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ قربانی کر سکوں اس لئے میں نے اس کے بدلے روزے رکھنے شروع کر دیئے کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ سامان بیچ کر قربانی کریں۔ لوگ وہاں رات دن بازاروں میں خریداری کرتے رہتے ہیں اور اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے حالانکہ یہ سفر اللہ کے راستے میں ہے اس میں جو کچھ خرچ کریں گے اس پر ثواب ملے گا:

﴿ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق﴾ (۱۶-۹۶)

وہاں آپ اپنے لئے بہتر رہائش، بہتر خوراک اور بہتر سواری استعمال کریں گے تو ایک تو اس کا ثواب ملے گا کہ یہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کیا دوسرے یہ کہ اس طرح عبادت میں سہولت ہوگی اور وہاں جا کر بخل کرنے اور خریداری کرنے میں دو نقصان ہیں ایک یہ کہ عبادت میں سہولت نہیں رہے گی دوسرے یہ کہ جو کچھ خریداری پر خرچ کریں گے اس پر اجر نہیں ملے گا۔

(۵۶) مسواک کی اہمیت:

حرمین شریفین میں وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ ہر نمازی کے پاس مسواک ہوتی ہے کسی کے کان پر اٹکی ہوئی ہے کسی نے تسبیح میں لگا رکھی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ مسواک کو کان پر رکھا کرتے تھے جیسے کان پر قلم لگایا جاتا ہے۔ مذہب حنفی میں مسواک کا تعلق وضوء سے ہے نماز سے نہیں جب کہ وہاں لوگوں کو دیکھا کہ نماز شروع ہونے سے پہلے صف میں کھڑے کھڑے ہی مسواک دانتوں پر مل لیتے ہیں۔ اس سے یہ سبق حاصل کریں کہ ان کے مذہب میں بھی مسواک کوئی فرض و واجب نہیں سنت ہے وہ اس پر کیسی پابندی سے عمل کرتے ہیں جب کہ ہمارے ہاں

مسواک کی ایسی پابندی نظر نہیں آتی۔ آج کل لوگوں نے برش استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ ناجائز تو نہیں لیکن تجربے سے ثابت ہوا کہ دانتوں کے لئے مضر ہے جب کہ مسواک دانتوں کے لئے مفید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کا اتنا حکم ہوا کہ خیال ہوا کہ اپنے منہ کا اگلا حصہ کھرچ کھرچ کر اڑا دوں (احمد) اور فرمایا کہ اگر امت پر مشقت کا خیال نہ ہوتا تو اسے ہر نماز کے وقت واجب کر دیتا (متفق علیہ) اور فرمایا کہ یہ منہ کی صفائی ہے اس میں اللہ کی رضا ہے (بخاری) اگر بہت زیادہ نہ کر سکیں تو تھوڑا سا تو استعمال کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دانتوں کے اندر اور باہر دونوں طرف استعمال کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری وقت میں مسواک کی طرف بہت غور سے دیکھنے لگے میں نے عرض کیا کہ مسواک چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ فرماتی ہیں میں نے مسواک آپ کو دے دی اور آخری وقت تک آپ مسواک کرتے رہے۔ (بخاری)

۷۷ لمحوں کی حفاظت:

روزانہ سوچا کریں کہ آخرت کے لحاظ سے کچھ ترقی ہوئی یا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پاس انفاس کیا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر سانس کا خیال رکھے کوئی سانس اللہ کے ذکر اور اللہ کی یاد سے غفلت میں نہ گزرے۔ زندگی کا ہر لمحہ آخرت میں ہمارے لئے یا تو مفید ہوگا یا مضر، ہر ہر لمحہ کا احتساب کریں۔

۷۸ نجومیوں کی باتیں:

یہ ہاتھ دیکھنے والے نجومی فٹ پاتھ پر بیٹھے دوسروں کے ہاتھ دیکھتے رہتے ہیں اگرچہ ان کی لاکھوں باتیں غلط ہو جائیں پھر بھی دنیا کی محبت لوگوں کو کھینچ کر ان کے پاس لے

جاتی ہے۔ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ ہمارے جاننے والوں میں ایک شخص ہیں جو ہاتھ دیکھتے ہیں میں نے بارہا انہیں اپنا ہاتھ دکھایا ہے۔ میں نے ان مولوی صاحب سے پوچھا کہ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے مجھ تین باتیں بتائیں ایک یہ کہ تمہاری لڑکیاں زیادہ ہوں گی حالانکہ میری ایک لڑکی بھی نہیں۔ دوسرے یہ کہ تم ایک کتاب لکھو گے جس سے پوری دنیا فائدہ اٹھائے گی مگر میں نے ایک کتاب لکھی ہے جسے قبول کرنے کو کوئی تیار نہیں۔ اور تیسری بات یہ بتائی کہ تمہارا بیٹا وزارت عظمیٰ پر فائز ہوگا مگر اس کا حال یہ ہے کہ ہر امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے۔

(۷۹) گم شدہ:

کسی نے ابھی گم شدہ کا تعویذ لیا ہے اور بہت پریشانی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس سے یہ سبق لیا جائے کہ کسی کے گم ہونے پر اتنا غم ہو رہا ہے وہ بیٹا ہو، بھائی ہو جو بھی ہو اپنے نفس سے تو کم ہی ہے۔ کہنے کو تو بعض لوگ کسی عزیز کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ ہے مگر امتحان کے مواقع پر حقیقت کا پتا چلتا ہے۔ ایک عورت کی بیٹی بیمار ہو گئی اس کا نام مستی تھا۔ ماں دعاء کرتی رہی کہ یا اللہ! میں مر جاؤں اور میری بیٹی کو صحت ہو جائے۔ اتفاق سے یہ ہوا کہ کسی کے گھر میں گائے گھس گئی اس نے اپنا منہ دیگچی میں گھسیڑ لیا اور پریشانی میں اچھلتی کودتی ہوئی اس عورت کے گھر میں داخل ہو گئی وہ عورت سمجھی کہ یہ موت ہے تو فوراً کہنے لگی۔

گفت اے موت من نہ مستی ام
پیر زن غریب و محنتی ام

پہلے تو وہ بیٹی کے لئے جان قربان کرنے کو تیار تھی لیکن جہاں موت کا شبہ ہوا تو اسے بیٹی کی طرف متوجہ کر کے کہتی ہے کہ میں نہیں وہ ہے۔ اس سے پہلے بھی گم شدہ کا تعویذ دے چکا ہوں مگر آج یہ خیال آیا کہ دوسروں کے لئے تو اتنی فکر کبھی اپنے بارے

میں بھی تو سوچیں کہیں ہم بھی تو گم شدہ نہیں، ہم کہاں جارہے ہیں کہیں خدانخواستہ جہنم کی طرف تو نہیں بڑھ رہے، اگر ہمارے قدم جنت کی طرف بڑھ رہے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم گم شدہ ہیں اپنے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔اسی طرح اپنے عزیز واقارب کو دیکھا جائے اگر وہ جہنم کی طرف جارہے ہیں تو وہ اپنے راستے کو گم کر چکے ہیں انہیں راہ پر لانے کی کوشش کریں۔

(۸۰) مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ:

کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں مگر گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ واقعۃً مسلمان ہیں یا نہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اب سے پانچ سو سال پہلے بتایا تھا کہ اگر کوئی صحابی زندہ ہو کر آجائے تو وہ کہے گا کہ دنیا میں ایک بھی مسلمان نہیں اور دنیا والے صحابی کو دیوانہ کہیں گے۔آج کے مسلمان ذرا سوچیں کہ کس حد تک اسلام کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں۔

(۸۱) محسن کی نافرمانی؟:

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ جملہ بڑا پیارا ہے:

﴿انه ربی احسن مثوای﴾ (۱۲-۲۳)

میرے محسن نے مجھ پر احسان کیا ایسے بڑے محسن کی نافرمانی میں کیسے کر سکتا ہوں۔دنیا میں کوئی ایک گلاس پانی پلا دے تو اس کا شکریہ اداہ کرتے رہتے ہیں تو ایسے رب کریم کی نافرمانی کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟

(۸۲) واعظ سے مسئلہ نہ پوچھیں:

واعظوں سے مسائل نہ پوچھا کریں کیونکہ مدارس عربیہ سے فارغ ہونے والوں

میں جنہیں کچھ نہیں آتا وہ وعظ شروع کر دیتے ہیں۔

(۸۳) شیطان کی مخالفت ایمان کی شرط:

قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لاانفصام لھا﴾ (۲-۲۵۶)

اللہ پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے کہ شیطان کی مخالفت کرے۔ اللہ تعالیٰ تو شیطان سے متعلق فرماتے ہیں:

﴿یبنی ادم لایفتنکم الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سواتھما﴾ (۷-۲۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی دشمنی خوب واضح کر کے بتا دی کہ اس شیطان نے تمہارے ابا اور اماں (آدم وحوا علیہما السلام) کو جنت سے نکلوایا ہے اور یہ ایسا دشمن ہے کہ لباس اتروانے والا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آیندہ کے لئے بھی جنت سے محروم کروادے۔ اب اگر بہکایا تو جنت سے محروم ہی رہو گے، کہیں ایسا نہ کہ اب یہ دنیا کا لباس اتار دے ؏

رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاخرۃ

ایک اس کا مراقبہ کر لیا کریں کہ اس نے ہمیں جنت سے نکالا ہے یہ ہمیں بہکانا چاہتا ہے تاکہ ہم جنت میں نہ جا سکیں، دوسرا یہ کہ اس نے ایک بار کپڑے اتروائے تھے اب پھر کپڑے اتروانا چاہتا ہے:

﴿انہ یریکم ھو وقبیلہ حیث لاترونھم﴾ (۷-۲۷)

یہ تم سے گوریلا جنگ کرتا ہے وہ تمہیں دیکھتا ہے تم اسے نہیں دیکھتے، اس سے بچنے

میں جنہیں کچھ نہیں آتا وہ وعظ شروع کر دیتے ہیں۔

(۸۳) شیطان کی مخالفت ایمان کی شرط:

قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لاانفصام لھا﴾ (۲-۲۵۶)

اللہ پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے کہ شیطان کی مخالفت کرے۔ اللہ تعالیٰ تو شیطان سے متعلق فرماتے ہیں:

﴿یبنی ادم لایفتنکم الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سواٰتھما﴾ (۷-۲۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی دشمنی خوب واضح کر کے بتادی کہ اس شیطان نے تمہارے ابا اور اماں (آدم وحوا علیہما السلام) کو جنت سے نکلوایا ہے اور یہ ایسا دشمن ہے کہ لباس اتروانے والا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آیندہ کے لئے بھی جنت سے محروم کروادے۔ اب اگر بہکایا تو جنت سے محروم ہی رہوگے، کہیں ایسا نہ کہ اب یہ دنیا کا لباس اتار دے ع

رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاخرۃ

ایک اس کا مراقبہ کر لیا کریں کہ اس نے ہمیں جنت سے نکالا ہے یہ ہمیں بہکانا چاہتا ہے تاکہ ہم جنت میں نہ جاسکیں، دوسرا یہ کہ اس نے ایک بار کپڑے اتروائے تھے اب پھر کپڑے اتروانا چاہتا ہے:

﴿انہ یرٰکم ھو وقبیلہ حیث لاترونھم﴾ (۷-۲۷)

یہ تم سے گوریلا جنگ کرتا ہے وہ تمہیں دیکھتا ہے تم اسے نہیں دیکھتے، اس سے بچئے

رہو۔ فرمایا کہ جو شیطان کے ساتھ کفر نہیں کرتا اس کا ایمان باللہ قبول نہیں، اسی طریقے سے جو نفس وشیطان کی مخالفت نہ کرے اس کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

(۸۴) گھروں میں اذکار ونوافل کا اہتمام کریں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو گھروں کو قبریں مت بناؤ۔" (متفق علیہ)

یہ جو فرمایا کہ گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے قبرستان میں بظاہر خاموشی ہوتی ہے مگر قبروں کے اندر حیات برزخیہ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ اللہ کے بندے اپنی قبروں میں وہی عبادت کرتے ہیں جو اپنی حیات میں کیا کرتے تھے۔ جس قدر ہوسکے گھروں میں نفل عبادت اور ذکر کا اہتمام کیا کریں اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ وہ جگہ متبرک ہوجائے گی اور دوسرا یہ کہ گھر کے افراد پر اس کا اثر ہوگا بالخصوص بچے دیکھ دیکھ کر اثر لیں گے اور ان میں عبادت کا شوق پیدا ہوگا۔

(۸۵) اولیاء اللہ کی زیارت کا اثر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿خیارکم الذین اذا رؤوا ذکر اللّٰہ﴾ (ابن ماجہ)

اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبت اور ان کی زیارت کا اثر ہوتا ہے۔ اس میں کچھ مراتب ہیں اولاً تو یہ کہ جتنے بڑے صالح کو دیکھیں گے اتنا ہی زیادہ اثر ہوگا۔ دوسرے یہ کہ دیکھنے والوں کا بھی فرق ہوتا ہے بعض جلدی اثر لیتے ہیں اور بعض دیر میں لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے ؎

گر بخواہی ہمنشینی باخدا

گوشنشین اندر حضور اولیاء

اگر تم اللہ کے ساتھ بیٹھنا چاہو تو اولیاء کی خدمت میں رہا کرو۔ ان لوگوں کے ساتھ رہو جو اللہ کی خاطر جمع ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے لئے ملتے ہیں تو حفتھم الملائکۃ۔

(۸۶) سورۃ العصر میں کامیابی کا نسخہ:

قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورۃ ہے سورۃ العصر جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے خسارے سے بچنے اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کا نسخہ بیان فرمادیا کہ یہ چار کام جو کرے گا وہ کامیاب ہو جائے گا:

1. اپنے عقائد درست کرے۔
2. اپنے اعمال درست کرے، ہر قسم کی نافرمانی سے بچے۔
3. دوسروں کو عقائد صحیحہ کی تبلیغ کرے۔
4. دوسروں کو ترک منکرات کی تبلیغ کرے اور اس پر جو مصائب پہنچیں ان پر صبر کرنے کی وصیت کرے۔

(۸۷) اللہ کے قرب کو سوچنا نسخہ سکون:

اللہ کے قرب کو جتنا سوچیں گے اتنا ہی سکون بڑھتا جائے گا اور کسی حال میں بھی پریشانی نہیں ہوگی۔ جدہ میں ایک بار فجر کی نماز کے بعد امام صاحب کچھ بیان فرما رہے تھے ان کے بیان کے چند جملے میں اکثر تنہائی میں دہراتا رہتا ہوں، آپ لوگ بھی یاد کر لیں دلوں میں اتار لیں، فرمایا:

﴿خلقت وحيدا و اموت وحيدا وابعث وحيدا فمالى وللناس﴾

خلقت وحیدا ماں کے پیٹ میں جب میرا اللہ میری صورت بنا رہا تھا اس وقت میرے ساتھ سوائے میرے اللہ کے اور کوئی نہیں تھا۔ واموت وحیدا، اور جب میں مروں گا اکیلا ہی مروں گا، خواہ دنیا بھر کے اسباب اختیار کر لئے جائیں مگر جب اللہ نے حکم دے دیا تو پھر اللہ کے حکم کے مقابلے میں تمام اسباب ناکام ہو جاتے ہیں۔ وابعث وحیدا اور جب قبر سے اٹھایا جاؤں گا تو اکیلا۔ فمالی وللناس ارے اپھر لوگوں سے میرا کیا تعلق۔ ان مختصر سے جملوں کو یاد کر لیں اور سوچا کریں کہ سوائے اللہ کے کوئی کام نہیں آئے گا تو پھر لوگوں کا خوف اور انہیں راضی کرنے کی فکر کیوں؟

(۸۹) گھر کی خواتین کی تربیت و نگرانی:

فرمایا:

﴿کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ﴾ (مسلم)

ہر ایک سے اس کی رعیت سے متعلق سوال ہوگا، حکومتیں مختلف ہیں، گھر کے سربراہ کی حکومت اس کے گھر پر ہے اور گھر کے افراد اس کی رعیت ہیں۔ گھر کی عورتوں کی دینی تربیت اور نگرانی سربراہ کے ذمہ ہے۔ اپنے گھر کی خواتین کا خیال رکھا کریں کہ نماز کیسے پڑھتی ہیں اگر آپ نے یہ دیکھ لیا کہ گھر میں نماز پڑھی جا رہی ہے تو آپ بری الذمہ نہ ہوں گے بلکہ ہر معاملہ میں ان پر کڑی نظر رکھیں۔ اسی طرح یہ معلوم ہوا کہ گھر کی خواتین مسائل کی کوئی کتاب دیکھتی ہیں تو اس لئے خود کو بری الذمہ نہ سمجھیں۔ اپنی بچیوں کو بہشتی زیور کے مطالعہ کے لئے صرف کہہ کر چھوڑ نہ دیں بلکہ ان سے پوچھا کریں کہ روزانہ کہاں سے کہاں تک پڑھتی ہیں اور پھر درمیان سے ان سے پوچھا بھی کریں تاکہ انہیں مسائل خوب اچھی طرح یاد ہو جائیں۔

(۸۹) زادراہ:

حضرت بہلول رحمہ اللہ تعالیٰ ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار انہیں ایک چھڑی دی کہ یہ اپنے سے زیادہ احمق کو دے دیں۔ جب ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کا وقت آیا تو یہ پہنچے اور پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ بس اب جارہا ہوں۔ پوچھا کہ کتنا مال ودولت لے جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ پوچھا کہ کتنا لاؤ لشکر ساتھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ پھر پوچھا کہ واپس کب آئیں گے؟ انہوں نے کہا کہ اس سفر پر جانے والے واپس نہیں آتے۔ بہلول رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہی چھڑی دے کر فرمایا کہ یہ لے لیں، آپ نے یہ چھڑی دیتے وقت کہا تھا کہ اسے اپنے سے زیادہ احمق کو دے دینا تو وہ آپ ہی ہیں کہ اتنے لمبے سفر پر جارہے ہیں مگر زادراہ نہیں لے جارہے۔ ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بہلول! ہم نے آپ کی قدر نہیں پہچانی۔

(۹۰) قربانی کے جانور خریدتے وقت احتیاط:

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جانور تو موٹا تازہ معلوم ہورہا ہے بیچنے والا کہتا ہے کہ یہ گائے دو سال کی ہے یا بکرا ایک سال کا ہے مگر کھیرا ہے ابھی دانت نہیں نکلے۔ تو اس میں ایک تو ہے مسئلہ اور دوسری بات ہے احتیاط کی، مسئلہ یہ ہے کہ اہل تجربہ بتاتے ہیں کہ ایک سال کا بکرا ہوجائے تو دو دانت کا ہونا ضروری نہیں بعض مرتبہ کھیرا ہوتا ہے دو دانت نہیں ہوتے عمر اس کی ایک سال ہوجاتی ہے یہی گائے بیل وغیرہ کے بارے میں ہے کہ دو سال کا ہوجائے تو دو دانت بھی ہوجائے یہ کوئی ضروری نہیں ممکن ہے کہ دو سال کی عمر ہو اور دانت ابھی دو نہ ہوئے ہوں، یہ تو ہے مسئلہ مگر بیچنے

والوں کی بے دینی اور فریب دہی کے پیش نظر احتیاط کرنا ضروری ہے آخر قربانی کا معاملہ ہے تو دیکھ لیا کریں، اگر آپ نے دانت والا لیا تو کیا حرج ہے اس میں تو بالکل شبہ ہی نہیں اور اگر دو دانت نہیں ہیں بیچنے والا کتنی قسمیں اٹھاتا رہے تو شبہ تو رہ ہی جائے گا پھر اس شبہ کو تقویت بھی مل رہی ہے وہ اس طرح کہ گزشتہ سال سے پہلے تک تو یہ سنتے رہے کہ بیچنے والے دانت توڑ دیتے ہیں یا ہلا دیتے ہیں پھر گاہک سے کہتے ہیں کہ دیکھئے اس کا دانت ٹوٹا ہوا ہے دوسرا نکلنے والا ہے یا ہلا کر کہتے ہیں کہ دیکھئے یہ دانت مل رہا ہے ابھی آج کل میں ٹوٹا دوسرا نکلا، یہ بات تو ہم بہت پہلے سے سن رہے تھے مگر ایک دو سال ہوئے کہ ایک اور فریب کا علم ہوا ہے بہت عجیب وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے مصنوعی دانت لگانے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے دو دانت توڑ کر ان کی بجائے مصنوعی دانت تاروں سے باندھ دیتے ہیں اور اس پر شہادت ملی ہے ایسا ہوا ہے تو وہ لوگ جنہوں نے ایسا کاروبار شروع کر رکھا ہے وہ ایک آدھ بیل کو تھوڑا ہی کرتے ہوں گے انہوں نے تو مستقل کارخانہ لگا رکھا ہو گا اس لئے آپ جہاں دو دانت دیکھیں تو ان دو دانتوں کے ساتھ یہ اطمینان بھی کر لیں کہ تاروں سے باندھے ہوئے ہیں یا واقعۃً دو دانت ہیں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

(۹۱) ہندوؤں اور سکھوں سے سبق:

معاشرے میں بہت بڑے بڑے گناہ ہیں جنہیں لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے اس لئے جب ان سے گناہ چھوڑنے کو کہا جائے تو حیران ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے تو گناہ چھوڑے ہوئے ہیں۔ گندے پانی کے مینڈک کو خیال نہیں ہوتا کہ وہ گندے پانی میں ہے جب وہ ذرا شفاف پانی میں جائے تو احساس ہوتا ہے۔ ماحول اتنا بدبودار ہو چکا ہے کہ گناہوں کا احساس تک نہیں رہا حتی کہ رات دن گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود خود کو گنہگار نہیں سمجھتے۔ آج اگر کسی کی شکل مسلمانوں جیسی نظر آئے تو لوگ اسے مولانا

کہتے ہیں حالانکہ مولانا یا مولوی ہونے کا تعلق تو علم سے ہے، ڈاڑھی رکھ لینا یا حلیہ شرعی بنالینا، یہ تو حکم شرعی ہے۔ شیاطین کے طعن و تشنیع سے ڈر کر لوگ اپنی شکل بگاڑ رہے ہیں جیسے ایک شخص نکٹوں کی مجلس میں چلا گیا سب نے کہا ناکو آگیا، ناکو آگیا تو اس نے اپنی ناک کاٹ ڈالی، آج مسلمان کی یہی حالت ہے۔ مغربی ممالک میں کہیں کانفرنس تھی گاندھی وہاں اپنی دھوتی اور چوٹی کے ساتھ ہی شریک ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بنئے بزدل ہیں مگر اندازہ لگائیں کہ آج کا مسلمان تو بنئے سے بھی زیادہ بزدل ہے کیونکہ بنیا تو دنیا سے مرعوب نہ ہوا ۔

نہ جانے سے جب تک تم ڈرو گے
دنیا تم پہ ہنستی ہی رہے گی

ہنسنے والے بے وقوف ہیں ہم اپنا نقصان کیوں کریں۔ سکھوں سے سبق حاصل کیجئے، شرم آتی ہے مسجد میں سکھوں کا نام لیتے ہوئے مگر کیا کریں کہ آج مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہندوؤں اور سکھوں سے سبق لینا پڑ رہا ہے۔ سکھ کہیں بھی جائے اپنی ڈاڑھی کو کانٹے گا نہیں مگر آج کا مسلمان نکٹی دنیا کے ہنسنے سے اپنی ناک کاٹ لیتا ہے۔

۹۲ لیلیٰ کے عاشق کا حال:

ایک قصہ مشہور ہے کہ مجنوں کہیں جا رہا تھا کہ کسی نمازی کے آگے سے گزر گیا، نمازی نے بعد میں ٹوکا تو مجنوں نے کہا کہ تو کیسا عجیب ہے کہ میں تو لیلیٰ کے خیال میں اتنا مگن تھا کہ کچھ خبر ہی نہ تھی کہ کہاں سے گزر رہا ہوں اور تم اس وقت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر ایسے بے پروا؟

۹۳ خود کو مالک کے سپرد کر دیں:

اگر کوئی شخص دعاء کرتا ہے اور اسے دعاء کرتے کرتے سیری ہو جاتی ہے تو وہ محب

نہیں بلکہ ؏

بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہمچنان باقی

محبت کی علامت یہ ہے کہ دعاء میں مشغول ہوں تو چھوڑنے کو دل نہ چاہے مجبوراً اس خیال سے چھوڑے کہ دوسرے کام نہ کئے تو محبوب ناراض ہو گا اس لئے آخر میں یہ کہہ کر دعاء ختم کرے: یا ارحم الراحمین منزول بک کل حاجۃ انسان کی طلب تو ناقص ہے وہ کیا جانتا ہے اس لئے یہی کہے ۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

بس خود کو مولی کے حوالے کردے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ کیفیت عطاء فرمائیں۔

﴿۹۴﴾ مال و عزت کی حقیقت:

دنیا کی عزت اور مال و منصب کے پیچھے بھاگنے والے ذرا دنیا اور آخرت کی عزت اور مال و منصب کا مقابلہ کریں تو شاید بات سمجھنے کی کچھ توفیق ہو جائے:

❶ دنیا کا مال اور عزت سفر کا ہے اور آخرت کا مال اور عزت وطن کا ہے۔

❷ یہاں کا مال اور عزت عارضی ہے فانی ہے جب کہ وہاں کا مال دائمی ہے فانی نہیں۔

❸ یہاں کا مال و عزت خواب کا مال و عزت ہے جب کہ وہاں کا مال و عزت بیداری کا ہے۔

❹ یہاں کا خیالی مال و عزت ہے اور وہاں کا مال و عزت خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔

❺ یہاں کا مال رعیت کی نظر میں مال و عزت ہے جب کہ وہاں کا مال و عزت احکم الحاکمین کی نظر میں ہے۔

❻ یہاں کا مال و عزت ناقص جب کہ وہاں کا کامل ہے۔

۵ یہاں کا مال و عزت مکدر ہے تکالیف کے ساتھ ہے جب کہ وہاں کا بلا تکلیف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں کا عزت دار اور مالدار بنائیں اس کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بار بار اس طرف متوجہ فرماتے ہیں:

﴿ما عندکم ینفد وما عند اللّٰہ باق﴾ (۱۶-۹۶)

باقی سے غافل اور فانی کے پیچھے دوڑنا بڑی کوتاہی ہے آخر نظریں کیوں اتنی گر گئیں؟

۹۵ کم بولنا عقل کی علامت:

اللہ تعالیٰ نے زبان دی ہے اپنے ذکر کے لئے، یہ زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے، جو لوگ اسے دنیا کی باتوں میں صرف کرتے ہیں پھر دنیا کی باتیں بھی اگر کام کی ہوں تو چلئے اس کی اجازت ہے مگر فضول باتیں جن میں نہ کوئی دنیا کا فائدہ نہ دین کا فائدہ، ہر وقت بے فائدہ باتیں کرتے رہنا اس سے دل تباہ ہو جاتا ہے، دل سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے اتنا عدم ہو جاتا ہے کہ پھر دوسرے اعضاء سے بھی ایمان کے ثمرات صادر نہیں ہو پاتے زیادہ بولنے سے دل پر سیاہی آنے لگتی ہے۔ بہت مدت پہلے اسکول کی کسی کتاب میں ایک مقولہ نظر سے گزرا تھا بات بہت کام کی ہے مگر اسکولوں کالجوں میں تو تعلیم ہی یہ دی جاتی ہے کہ کہتے رہو سنتے رہو لکھتے رہو عمل مت کرنا وہاں تو بنیاد ہی یہ ہے تو عمل وہ کیا کریں گے، اسکول کی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا کہ "پہلے بات کو تولو پھر بولو" چند روز ہوئے کسی نے ٹیلیفون پر مجھ سے پوچھا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ بات کرنے سے پہلے سوچ لو کہ یہ بات کرنے کی ضرورت اور کوئی فائدہ بھی ہے یا ایسے ہی بات کرنے لگے ہیں پھر انہیں یہ اشکال ہوا کہ ایسے تو بولا ہی نہیں جائے گا پہلے سوچتے رہو کہ بولیں یا نہ بولیں اور کتنا بولیں تو اس طرح تو بولا ہی نہیں جائے گا۔ میں نے کہا تجھے لگام دینے کے لئے ہی تو لکھا ہے تیرے لئے بولنا کیا ضروری ہے مت بولو،

یہ لگام ہے لگام پہلے سوچو کہ بولنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں کتنے الفاظ بولنے کی ضرورت ہے، جب یہ سوچیں گے تو ایک دو منٹ تو شاید اسی میں گزر جائیں گے اتنے میں بات کا موقع ہی ختم ہو جائے گا چلئے آپ نہ بولیں کوئی آپ پر فرض تھوڑا ہی ہے کہ ضرور بولیں تو یہ لگام ہے لگام دے دی بہشتی زیور میں، حکیم الامۃ تھے نا حکیم الامۃ لگام دے دی کہ بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا اولیسکت﴾

(متفق علیہ)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بولے تو اچھی بات بولے اور اگر کوئی اچھی بات ذہن میں نہیں آئی تو خاموش رہے بولے ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی بہت طویل ہوتی تھی بلا ضرورت آپ نہیں بولتے تھے بقدر ضرورت ہی کلام فرماتے۔ جو لوگ بلا سوچے ہر وقت بولتے رہتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ فضول کام کر رہے ہیں دوسرا گناہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی تھی اپنے ذکر کے لئے اور یہ اسے غیر مصرف میں لگا رہے ہیں اسے تبذیر کہتے ہیں، تبذیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفورا۝﴾ (۱۷-۲۷)

تبذیر اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے مرتکب شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے سے بڑے فاسق کو بھی یہ لقب نہیں دیا۔ دو چیزیں آپس میں لازم وملزوم ہیں جو زیادہ بولتا ہے وہ عقل سے کام نہیں لیتا اور جو عقل سے کام لے گا وہ زیادہ بولے گا نہیں۔ حکماء فلاسفہ اور سائنسدانوں کا اجماع ہے انہوں نے ایک بات بتائی ہے وہ پلے باندھ لیں ابھی یہیں بیٹھے بیٹھے باندھ لیں یہیں اٹھتے اٹھتے

نکل نہ جائے، کسی کے بارے میں اگر یہ دیکھنا ہو کہ اس کا دماغ صحیح ہے یا نہیں اس میں عقل ہے یا نہیں اس کے لئے کسی اسپتال میں جا کر معاینہ کروانے کی ضرورت نہیں گھر بیٹھے ہی معلوم کرلیں سو فیصد یقینی نسخہ ہے تھرمامیٹر ہے وہ کیا بتایا ۔

اذاتم عقل المرء قل کلامه

فایقن بحمق المرء ان کان مکثرا

جس انسان کو زیادہ بولتے دیکھو اس کے احمق ہونے کا یقین کرلو۔ گھر بیٹھے بیٹھے فیصلہ کرلیا کریں کہ اس میں عقل کتنی ہے وہ کیسے کہ اگر زیادہ بولتے ہیں تو عقل کم ہے اور اگر کم بولتے ہیں تو عقل زیادہ ہے گویا یہ ترازو کے دو پلڑے ہیں زیادہ بولتا چلا جائے گا تو حماقت کا پلڑا جھکتا جائے گا اور عقل کا پلڑا اوپر چلا جائے گا حتی کہ ڈنڈی اوپر کو بالکل سیدھی ہوگئی تو عقل بالکل ہی ختم ہوگئی اور اگر کم بولے گا تو حماقت کا پلڑا اوپر چلا جائے گا عقل والا جھکتا جائے گا جب ڈنڈی بالکل سیدھی ہوگئی تو کلام بالکل بند پھر تو وہ بلوانے سے بھی بڑی مشکل سے بولے گا۔ یہ ہے معیار خود بھی سوچ لیا کریں اور دوسروں سے بھی پوچھ لیا کریں کہ بتاؤ میری عقل کا کیا حال ہے۔

(۹۶) مزین برقع نہ پہنیں:

آج کل عورتیں مزین برقع پہنتی ہیں اس سے لوگ اور زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ برقع ایسا سادہ بنائیں کہ لوگ متوجہ نہ ہوں بلکہ اگر کسی کی نظر پڑے تو وہ ڈر جائے ایک بار نظر پڑنے کے بعد دوبارہ دیکھنے کی ہمت ہی نہ ہو اور "مادر مادر باشد" کہتا ہوا بھاگ جائے۔

(۹۷) تعمیل حکم:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی عورت نے یہ سوال کیا کہ عورت

ماہواری کے زمانے کی نماز نہیں پڑھتی اور بعد میں قضا بھی ذمہ نہیں ہوتی مگر روزوں کا قضا رکھنا لازم ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ یہ تو بہت آسان سی بات ہے کہ روزہ سال میں صرف ایک ماہ کے لئے ہے ہوسکتا ہے کہ ایک مہینے میں ماہواری ہو ہی نہ جب کہ نماز روزانہ چھ قضا کرنی ہوں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی توجیہ بیان فرمانے کی بجائے فرمایا: ھکذا امرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ کیا اچھا جواب ہے۔

۹۸ کید ابلیس:

عورتوں کو بھی عجیب عجیب باتیں سوجھتی رہتی ہیں کہتی ہیں کہ "نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی" اتنی عمر تک پردہ کیا نہیں تو اب کر کے کیا کریں گے۔ حالانکہ یہ سوچنا چاہئے کہ ؎

وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اللہ تعالیٰ تو بندوں سے فرما رہے ہیں کہ توبہ کرلو اور اعمال کی اصلاح کرلو تو میں تمہارے لئے غفور ہوں رحیم ہوں۔ جس چیز سے دل کو نرم ہونا چاہئے تھا شیطان اسے اور زیادہ سخت کر دیتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ اگرچہ گناہوں میں بہت مدت گزر گئی لیکن بہرحال جب تک زندگی ہے توبہ کا موقع ہے جلدی سے جلدی توبہ کرلینی چاہئے کیا پتا کب موت آجائے۔ اللہ تعالیٰ عقل عطاء فرمائیں۔

۹۹ سوتے شخص کو بیدار کرنے کا نسخہ:

دوران وعظ کسی کو نیند آئے تو ساتھ والے نسخہ مسنونہ استعمال کیا کریں۔ بہت سے مصنفین حضرات مسنون دعائیں تو بہت لکھتے ہیں لیکن مسنون نسخے نہیں لکھتے بات یہ ہے کہ مسنون دعائیں پڑھ لینا تو بہت آسان ہے پھر اس پر عمل ہو یا نہ ہو بس طوطے

کی طرح رٹ کر پڑھتے رہتے ہیں، اللہ کے بندو! مسنون نسخے بھی تو لکھا کریں۔ سوتے شخص کو بیدار کرنے کا مسنون نسخہ یہ ہے کہ اس کے کان کو تھوڑا سا کھینچا جائے بیدار ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور پھر نہیں سوئے گا۔ یہ نسخہ مسنونہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جو کوئی بھی کسی بھائی پر یہ نسخہ جاری کرے تو اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اس کی انگلیوں سے کام لیا الحمد للہ جس کے کان پر جاری کرے وہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تیرے بندے نے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا نسخہ میرے کان پر استعمال کیا سبحان اللہ! یہ کان کیسا مبارک ہے، کان مروڑنے والے کی انگلیوں کو چومنے کی کوشش کرے اور اپنے کان کو کیسے چومے اسے ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لے، کان بھی تو مبارک ہو گیا، کیسا مبارک نسخہ ہے۔

(۱۰۰) نصیحت کی ضرورت:

غالباً حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفتہ میں ایک بار بیان فرمایا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ روزانہ کچھ بیان کیا کریں تو انہوں نے فرمایا کہ اگر روزانہ بیان کروں گا تو تم لوگ ملول ہو گے اور اسے چھوڑ دو گے۔ مجھے کئی بار یہ خیال ہوا کہ صرف جمعہ کے بیان پر اکتفاء کروں اور دنوں کا بیان چھوڑ دوں مگر پھر سوچا کہ وہ تو صحابہ کرام تھے ان مجالس کے علاوہ بھی ہر مرحلہ پر ان کی تذکیر و نصیحت ہوتی رہتی تھی مگر ہمارے لئے روزانہ تذکیر و نصیحت کی ضرورت ہے بلکہ اگر دن میں دو بار ہو تو شاید کچھ اثر ہو کیونکہ آج مسلمان نے تو اللہ کے احکام کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿واذا تلیت علیهم ایته زادتهم ایمنا﴾ (۸-۲)

قرآن تو ایمان میں زیادتی کا ذریعہ ہے مگر آج کے مسلمان نے اسے اللہ کی بغاوت کا ذریعہ بنا رکھا ہے قرآن کے نام پر طرح طرح کی بدعات و خرافات کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ یاد رکھئے اگر یہی معاملہ رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اپنے امتیوں کے خلاف گواہی دیں گے:

﴿وقال الرسول یرب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا ۞﴾ (۲۵-۳۰)

اگر خدانخواستہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خلاف گواہی دیں تو کیا حالت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

دسویں جلد ختم آگے گیارہویں جلد

کل ۱۱ جلدیں ہیں

فہرست مواعظ و رسائل

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی

خطبات الرشید	حقوق القرآن	علاج یا عذاب	چندہ کی رقوم کے احکام
استقامت	درد دل	غیبت پر عذاب	اللہ کے باغی مسلمان
انوار الرشید	زکوٰۃ کے مسائل	دینداری کے تقاضے	ایمان کی کسوٹی
رمضان ماہ محبت	قربانی کی حقیقت	عیسائیت پسند مسلمان	مراقبہ موت
زندگی کا گوشوارہ	گلستان دل	گانے بجانے کی حرمت	آسیب کا علاج
مسجد کی عظمت	میراث کی اہمیت	باب العبر	سیاست اسلامیہ
محبت الہیہ	بیعت کی حقیقت	ترک گناہ	شرعی پردہ
وہم کا علاج	ربیع الاول میں جوش محبت	ٹی وی کا زہر	شرعی لباس
مرض و موت	تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود	حفاظت زبان	صراط مستقیم
نفس کے بندے	جشن آزادی	جواہر الرشید	صحبت کا اثر
صفات قرآن	مالداروں سے محبت	انفاق فی سبیل اللہ	حفاظت نظر
ہر پریشانی کا علاج	علماء کا مقام	عید کی سچی خوشی	ملا کا رزق
سود خور سے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا اعلان جنگ		زحمت کو رحمت سے بدلنے کا نسخہ اکسیر	
علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟		شریعت کے مطابق وراثت کی اہمیت	

کتاب گھر کی دیگر مطبوعات

- مسلح پہرہ اور توکل
- سیدی و مرشدی
- مسلم طالبات
- پکار - دریچہ
- تحریک کشمیر کی شرعی نوعیت

کتاب گھر، السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد، ناظم آباد، کراچی
فون: 36688239-021 موبائل: 2542686-0305